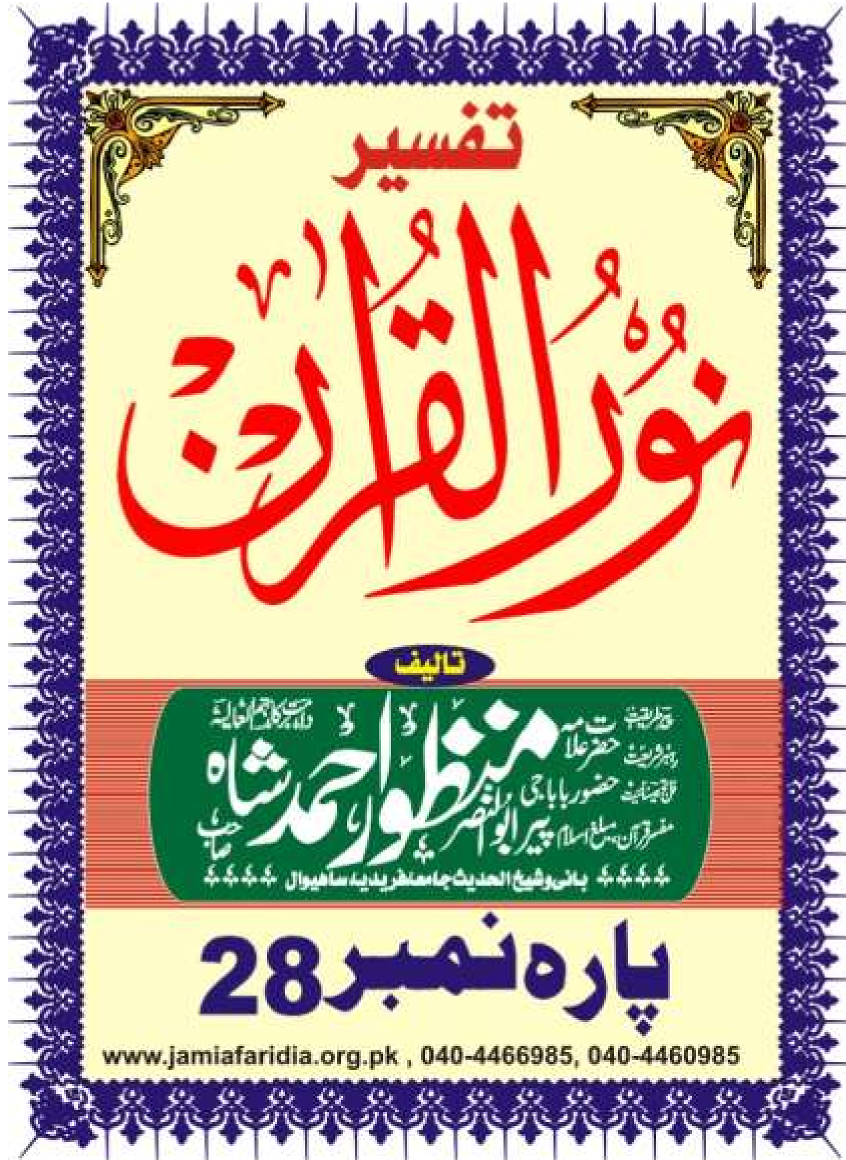

تفسیر
نور القرآن
تالیف
حضرت علامہ
حضور باباجی
مفسر قرآن، مبلغ اسلام
پیر ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب
بانی وشیخ الحدیث جامعہ فریدیہ ساہیوال
پارہ نمبر28
www.jamiafaridia.org.pk , 040-4466985, 040-4460985

سورۃ المجادلہ

اس سورۃ پاک میں تین رکوع اور بائیس آیات مبارکہ ہیں، اس سورۂ پاک میں دور جاہلیت کے کچھ نظریات کو باطل قرار دیا گیا ہے، مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ یہ کفار سے پیار و محبت نہ کریں، اس سورۂ پاک میں حضور ﷺ سے کوئی مسئلہ پوچھنے سے پہلے کچھ صدقہ دینے کا فرمایا گیا ہے۔[1]

مسلمانوں کو اللہ اور رسول اللہ کے فرمان کی اطاعت کرنے کا فرمایا گیا ہے، مجلس میں بیٹھنے کے آداب سکھائے گئے ہیں کہ محفل میں پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھا جائے، اس میں دین کے خدام اور مبلغین کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے، اس سورۃ پاک کے اُترنے کا سبب یہ بنا: ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں وہ ذات برکت والی ہے جس کی سماعت ہر چیز کو محیط ہے، فرماتی ہیں میں حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کی بات پوری طرح نہ سن سکی وہ رسول اللہ ﷺ سے اپنے شوہر کی شکایت کر رہی تھیں عرض کر رہی تھیں یارسول اللہ میرا شوہر میری جوانی کھا گیا اور میرا پیٹ اس کی اولاد کی کثرت سے پھیل گیا لیکن اب جب میں بوڑھی ہو گئی ہوں تو اس نے مجھ سے ظہار کر لیا ہے (ظہار یہ ہے کہ انہوں نے بیوی سے کہہ دیا تھا تمہاری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے،[2]

دور جاہلیت میں اس ظہار کو طلاق قرار دیا جاتا تھا، اسلام نے ظہار کو طلاق قرار نہیں دیا) وہ بی بی حضور ﷺ سے اپنے شوہر کی شکایت کر رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں اللہ میں تیری طرف شکایت کرتی ہوں میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اگر میں اُنہیں شوہر کے پاس چھوڑوں تو ضائع ہو جائیں گے، اپنے پاس رکھوں تو بھوکے مریں گے، یہ بی بی آسمان کی طرف منہ اٹھاتیں اور فریاد کرتیں، سلسلہ شکایت جاری تھا کہ جبرائیل علیہ السلام یہ آیات لے کر آگئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا خولہ تجھے مبارک ہو، اللہ نے تیرے بارے میں حکم نازل فرما دیا، ظہار کا پرانا دستور باطل ہو گیا، اس طرح کفارہ قسم کے بعد پھر حضرت خولہ اپنے گھر آباد ہو گئیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ) تفسیر طبری، ص 22/446
محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، تفسیر کبیر، ص 29/477
2 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 22/454
مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/257

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

قَدۡ سَمِعَ اللّٰہُ قَوۡلَ الَّتِیۡ تُجَادِلُکَ فِیۡ زَوۡجِہَا وَ تَشۡتَکِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ٭ۖ وَ اللّٰہُ یَسۡمَعُ تَحَاوُرَ کُمَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ ﴿۱﴾ اَلَّذِیۡنَ یُظٰہِرُوۡنَ مِنۡکُمۡ مِّنۡ نِّسَآئِہِمۡ مَّا ہُنَّ اُمَّہٰتِہِمۡ ؕ اِنۡ اُمَّہٰتُہُمۡ اِلَّا الّٰٓیِٴۡ وَلَدۡنَہُمۡ ؕ وَ اِنَّہُمۡ لَیَقُوۡلُوۡنَ مُنۡکَرًا مِّنَ الۡقَوۡلِ وَ زُوۡرًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوۡرٌ ﴿۲﴾

صدق اللہ العظیم

بے شک اللہ نے اس کی بات کو سن لیا جو آپ سے اپنے خاوند کے بارہ میں تکرار کر رہی تھی اور اللہ (تعالیٰ) سے شکوے کر رہی تھی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا، بے شک اللہ سب کچھ دیکھنے والا سننے والا ہے (۱) جو لوگ تم میں سے اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ان کی مائیں وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنا ہے، اور بے شک یہ لوگ بری بات اور جھوٹ کہتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ درگذر فرمانے والا بہت بخشنے والا ہے (۲)

مسئلہ ظہار

ان آیات مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، ایک دن اوس بن صامت اپنی بیوی حضرت خولہ بنت ثعلبہ سے کسی وجہ سے ناراض ہوگئے اور غصہ سے کہہ دیا تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے اور جاہلیت میں ان الفاظ سے طلاق مانی جاتی تھی۔[1]

حضرت اوس کہہ تو بیٹھے مگر شرمسار ہوئے، بیوی کو بلایا تو بیوی نے کہا اللہ کی قسم جب تک اللہ اور اس کا رسول ہمارے درمیان فیصلہ نہ کردیں، آپ میرے پاس نہیں آسکتے، حضرت خولہ دربار رسالت میں حاضر ہوگئیں اور ساری صورت حال عرض کردی، یارسول اللہ ﷺ اوس نے میری جوانی کھالی، اب میں بوڑھی ہوچکی ہوں میرے گھر والے بھی نہ رہے، اس نے مجھے یہ الفاظ کہہ دیئے ہیں، حضور کیا اب ہم دونوں اکٹھے رہ سکتے ہیں؟

1 محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص 17/270
محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، تفسیر کبیر، ص 29/477

حضور ﷺ نے فرمایا تیرے بارہ میں ابھی تک مجھے کوئی حکم نہیں ملا، پھر عرض کی حضور انہوں نے طلاق کا لفظ تو نہیں کہا، وہ بار بار یہ کہتی تھی اور حضور وہی جواب دیتے رہے، حضرت خولہ اللہ کے حضور بھی التجا کرتی ہیں، یا اللہ میں اپنے خاوند کی جدائی کا شکوہ تجھ سے کرتی ہوں، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اُن کے سپرد کرتی ہوں تو ضائع ہوں گے، اپنے پاس رکھتی ہوں تو بھوک سے پریشان ہوں گے، بار بار آسمان کی طرف منہ اُٹھاتیں اور فریاد کرتیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی پریشان بندی کی فریاد سن لی اور جبریل امین یہ آیت لے کر حاضر ہوگئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا خولہ تجھے مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تیرے بارہ میں حکم نازل فرمایا ہے، جاؤ اپنے خاوند کو بلالاؤ، اوس (رضی اللہ عنہ) حاضر ہوئے، حضور ﷺ نے فرمایا تم غلام آزاد کرو، عرض کی جی غلام نہیں، فرمایا دوماہ کے متواتر روزے رکھو عرض کی حضور بیمار ہوں کمزور ہوں روزے نہیں رکھ سکتا، فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، عرض کی حضور بہت غریب ہوں، حضور آپ ہی میری مدد فرمائیں تو حضور ﷺ نے پندرہ صاع اپنی طرف سے عطا فرمائے، انہوں نے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا، اس طرح حضرت خولہ پھر اپنے گھر آباد ہوگئیں۔

"قد سمع اللہ" کی آیہ مبارکہ انہیں کے حق میں نازل ہوئی، اِسی باعث صحابہ کرام ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم حضرت خولہ کے پاس سے گزرے، حضرت خولہ نے ان کو روک لیا اور عرض کرنے لگیں اے عمر! آپ کو وہ دن یاد ہیں جب آپ کو عمیر کہا جاتا تھا پھر آپ کو عمر کہا جانے لگا، اور اب آپ کو امیر المؤمنین کہا جاتا ہے، آپ تحمل سے کھڑے رہے اور باتیں سنتے رہے لوگوں نے کہا حضور اس بڑھیا کیلئے آپ اتنی دیر کھڑے رہے، یہ بڑھیا کون ہے؟ فرمایا یہ بڑھیا خولہ بنت ثعلبہ ہے جس کی فریاد کو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سنا تھا یہ کیسے ہو سکتا ہے، اللہ تو اس کی بات آسمانوں کے اوپر سنے اور عمر نہ سنے [1]

"الذین یظاھرون" کے ارشاد میں اس دور جاہلیت کے طریق کار کی مذمت فرمائی جارہی ہے، کتنی بری بات ہے شوہر اپنی بیوی کو اپنی ماں کہنا شروع کر دے، اس طرح کہنے سے وہ اس کی ماں کیسے ہو سکتی ہے، اُس نے اسے جنا نہیں دودھ نہیں پلایا یہ بڑی لغو بات ہے، اس سے زیادہ بے ہودہ بات اور کیا ہو سکتی ہے، ماں تو وہی ہے جس نے اُسے جنا ہے، چاہئے تھا اس کی سخت سزا ہوتی مگر اللہ در گزر فرمانے والا ہے، بہت مہربان ہے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 اسماعیل بن عمر (المتوفی 774ھ)، تفسیر ابن کثیر، ص 8/ 66
عبد الرحمن بن محمد (المتوفی 327ھ)، تفسیر ابن ابی حاتم، ص 10/ 3342

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۳ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۴

صدق اللہ العظیم

اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر لیں پھر وہ اس بات سے پلٹنا چاہیں جو انہوں نے کہی ہے تو شوہر غلام آزاد کرے اس سے قبل کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں یہ ہے جس کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ خبر دار ہے (۳) جو شخص غلام نہ پائے تو لگاتار دو مہینے روزے رکھے، اس سے پہلے کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جو اس پر بھی قادر نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یہ اس لئے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو، یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، منکرین کیلئے دردناک عذاب ہے (۴)

ظہار کا کفارہ

اس آیہ کریمہ میں فرمایا گیا جو لوگ اپنی بیوی سے ظہار کر لیں (ظہار یہ ہے کہ شوہر بیوی سے کہہ دے تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے) اس کے بعد پھر وہ بیوی کے طور پر رکھنا چاہے تو اس پر عمل زوجیت سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا لازم ہے یہ وہ چیز ہے جس کی تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اگر وہ غلام نہ پائے تو لگاتار دو ماہ کے روزے رکھے، اگر وہ روزہ کی طاقت نہیں رکھتا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، یہ حکم اس لئے ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان برقرار رکھو اور یہ اللہ کی حدود ہیں اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے۔[1]

کفارۂ ظہار کا یہ عنوان احادیث مبارکہ سے بھی ملتا ہے، حضرت خولہ فرماتی ہیں میرے خاوند اوس بن صامت نے مجھ سے ظہار کر لیا اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کی شکایت کی، حضور ﷺ نے فرمایا تم اللہ سے ڈرو، وہ تمہارا چچازاد بھائی ہے، میں عرض کرتی رہی حتی کہ قرآن مقدس کی یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں"

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 22/459
مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/258

قد سمع اللہ قول التی " آپ نے فرمایا خولہ اس سے کہو ایک غلام آزاد کرے، خولہ نے کہا حضور وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا پھر اسے کہو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے، خولہ نے عرض کی حضور وہ بہت بوڑھا ہے، یہ طاقت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا پھر اُسے کہو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، حضرت خولہ نے عرض کی حضور اس کے پاس تو صدقہ کیلئے مال نہیں۔ حضرت خولہ فرماتی ہیں پھر آپ کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا آیا میں نے عرض کی حضور! میں اس کی ایک اور ٹوکرے سے مدد کروں گی، حضور ﷺ نے فرمایا تم نے اچھا کیا، جاؤ اس ٹوکرے سے اس کی طرف سے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، اور پھر اپنے چچازاد کی طرف لوٹ جاؤ۔ [1]

یہی عنوان ایک اور حدیث شریف سے اس طرح ملتا ہے، حضرت سلمہ بنت صخر نے کفارہ ظہار ادا کرنا تھا ان کے پاس مال نہ تھا، روزوں کی طاقت نہ تھی آپ نے ان سے فرمایا بنو زریق سے صدقہ کا مال لے کر ساٹھ مسکینوں کو کھلادو۔ [2]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۚ﴿۵﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۶﴾ صدق اللہ العظیم

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے عداوت رکھتے ہیں وہ اُسی طرح ذلیل کئے جائیں گے جس طرح اُن سے پہلے لوگ ذلیل کئے گئے تھے اور بے شک ہم نے واضح آیات نازل فرمائیں اور کافروں کیلئے ذلت والا عذاب ہے (۵) جس دن اللہ سب کو اُٹھائے گا پھر انہیں ان کے کئے ہوئے کاموں کی خبر دے گا جن کاموں کو اللہ نے محفوظ کر لیا ہے اور وہ ان کو بھول چکے ہیں اور اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھنے والا ہے (۶)

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 22/459
مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/258
2 محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب ماجاء فی کفارۃ الظھار الرقم 1200 ص 3/495
سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ)، السنن ابوداؤد، باب فی الظھار الرقم 2213 ص 2/265

اللہ اور رسول سے عداوت کا انجام

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی رکھنے والے لوگ اسی طرح رُسوا کئے جائیں گے جیسے ان سے پہلے رسوا کئے گئے تھے، یہ عداوت کرنے والے منافقین ہیں جو حضور ﷺ سے دشمنی رکھتے تھے اور آپ کے خلاف سازشیں کرتے تھے۔ یہ معنی بھی کیا گیا ہے اس سے مراد کفار ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم کو خبر دی کہ انہیں بھی ان سے پہلوں کی طرح رُسوا کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اپنے رسول کریم ﷺ کی سچائی پر واضح دلائل نازل فرما چکا ہے، حضور ﷺ سے عداوت رکھنے والے کفار کو دنیا میں ذلت ہوگی اور آخرت میں رُسوا کرنے والا عذاب ہوگا۔[1]

اگلی آیہ پاک میں فرمایا گیا جس دن انہیں اللہ اُٹھائے گا اور ان کے کئے کاموں کی خبر دے گا جن کاموں کو وہ تو بھول چکے ہیں، انہیں رُسوا کرنے کیلئے سب کے سامنے قیامت کے دن اِن کا کفر بیان کرے گا ان کے کاموں کی مقدار اور ان کے کفر اور نفاق کی حالت کو اور جس جگہ پر انہوں نے وہ برے کام کئے تھے، اللہ تعالیٰ ہر ہر بات کو جانتا ہے اور کفار و مشرکین اپنے کاموں کو بھول چکے ہیں کہ وہ ان کاموں کو بہت معمولی اور نا قابل شمار سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے کوئی شے مخفی نہیں۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۞ صدق اللہ العظیم

کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے، تین میں جو بھی سرگوشی ہو چوتھا اللہ ان کے ساتھ ہے اور پانچ میں جو بھی سرگوشی ہو چھٹا اللہ ان کے ساتھ ہے وہ اس سے کم ہوں یا زیادہ اللہ ان کے ساتھ ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں پھر قیامت کے دن اللہ ان کو ان کے کئے ہوئے کاموں کی خبر دے گا، بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے (۷)

---

1 عبد الحق بن غالب (المتوفی 542ھ)، تفسیر المحرر الوجیز (ابن عطیہ) ص 5/275
مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/259

سر گوشی کی مذمت

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا، اللہ ہر شے پر نگاہ رکھنے والا ہے اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں اس آیہ پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی وُسعت کا ذکر فرمایا ہے کہ اُسے زمین وآسمان کی تمام چیزوں کا علم ہے اور وہ لوگوں کی باتیں اور ان کی سر گوشیاں سنتا ہے اور اس کے فرشتے بھی لوگوں کی سر گوشیاں لکھتے رہتے ہیں، تین جو کچھ بھی سر گوشی کرتے ہیں چوتھا اللہ ان کے ساتھ ہے یعنی ان کا علم اس کے پاس ہے اور وہ ان کو دیکھتا ہے اور ان کی سر گوشیوں کو سنتا ہے اس کا علم ہر شے کو محیط ہے اور فرمایا اللہ ان کے ساتھ ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں۔ آیہ مبارکہ میں تین اور پانچ کی سر گوشیوں کا ذکر فرمایا ہے اور چار سر گوشی کرنے والوں کا ذکر نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو طاق عدد محبوب ہے اور طاق عدد واحد ہے اور ایک شخص اپنے نفس سے تو سر گوشی کر نہیں سکتا، بس سر گوشی کرنے والوں کا کم از کم عدد تین ہو گیا یا اس وجہ سے تین اور پانچ کا ذکر ہے کہ حضور ﷺ کے خلاف سر گوشیاں کرنے والوں کا عدد تین ہوتا تھا یا پانچ۔ اس وجہ سے تین سر گوشیاں کرنے والوں اور پانچ سر گوشیاں کرنے والوں کا ذکر فرمایا۔[1]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۡ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑧ صدق اللہ العظیم

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں سر گوشی کرنے سے منع کیا گیا تھا پھر وہ اسی کام کی طرف لوٹے جس سے انہیں روکا گیا تھا اور وہ گناہ سر کشی اور رسول کی نافرمانی کرنے کی سر گوشی کرتے ہیں اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو ان الفاظ کے ساتھ آپ کو سلام کرتے ہیں جن الفاظ کے ساتھ اللہ نے آپ کو سلام نہیں بھیجا اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ہمارے اس قول پر اللہ ہمیں عذاب

1 مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب فی اسماء اللہ تعالی الرقم 2677 ص 4/ 2063
احمد بن شعیب (المتوفی 303ھ)، السنن نسائی، باب الامر بالوتر الرقم 1675 ص 3/ 228

کیوں نہیں دیتا، ان کیلئے دوزخ کافی ہے وہ اُسی میں داخل ہوں گے وہ بہت برا ٹھکانا ہے (۸)

سلام کرنے کا طریقہ

سیدنا ابن عباس فرماتے ہیں یہ آیہ یہود و منافقین کے متعلق نازل ہوئی، وہ آپس میں سرگوشی کرتے اور مسلمانوں کی طرف دیکھ کر ایک دوسرے کی طرف آنکھوں سے اشارے کرتے تھے۔ پھر مسلمان کہتے شائد انہیں یہ خبر مل گئی ہے کہ مہاجرین وانصار میں سے ہمارے بھائی قتل ہوگئے ہیں یا ان پر کوئی مصیبت آئی ہے یا وہ شکست کھا گئے ہیں اور اس سے مسلمانوں کو رنج ہوتا۔ جب یہود و منافقین نے کئی مرتبہ ایسا کیا تو صحابہ نے حضور ﷺ سے شکایت کی تو آپ نے یہود منافقین کو سرگوشیوں سے منع فرمایا، جب وہ باز نہ آئے تو یہ آیہ پاک نازل ہوئی۔[1]

یہود حضور ﷺ کو سلام کی صورت میں بد دعا دیتے تھے، حضرت انس فرماتے ہیں یہودی حضور ﷺ کے پاس آتے اور کہتے "السام علیکم" تم پر موت آئے۔ حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا تمہیں پتہ ہے انہوں نے کہا کیا ہے، صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والے ہیں، حضور ﷺ کو انہوں نے سلام کیا تھا فرمایا نہیں انہوں نے ایسے کہا تھا، "السام علیکم" آپ نے فرمایا جب تمہیں اہل کتاب سے کوئی سلام کہے تو تم کہو "علیك" یعنی تم پر وہی نازل ہو جو تم نے کہا۔[2]

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جب اہل کتاب تم کو سلام کریں تو تم یہ کہو "وعلیکم" یعنی تم پر بھی وہی نازل ہو جس کے نزول کی تم نے ہمارے لئے دُعا کی ہے۔[3]

خواہ تم نے ہماری موت کی دعا کی ہو یا ہمارے دین پر مصیبت کے نزول کی۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کچھ یہود نے حضور ﷺ کو سلام کیا اور کہا "السَّام علیك یا ابا القاسم" آپ نے فرمایا وعلیکم، حضرت عائشہ نے عرض کی حضور! آپ نے سنا نہیں وہ کیا کہہ رہے ہیں، فرمایا ہاں سنا ہے، میں نے بھی ان کو وہی جواب دیا ہے۔[4]

وَصلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 9/ 257
عبد الحق بن غالب (المتوفی 542ھ)، تفسیر المحرر الوجیز (ابن عطیه) ص 5/ 276
2 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب اذا عرض النبی ﷺ وغیرہ بسب النبی الرقم 6926 ص 9/ 15
3 احمد بن حنبل (المتوفی 241ھ)، مسند احمد، باب مسند انس بن مالك الرقم 503 ص 2/ 256
محمد بن حبان (المتوفی 354ھ)، صحیح ابن حبان، باب ذکر وصف رد السلام للمرء علی اهل الکتاب الرقم 503 ص 2/ 256
4 مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب النهی عن ابتداء اهل الکتاب بالسلام الرقم 2166 ص 4/ 1707

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ⑨ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَاۗرِّهِمْ شَـيْـــًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑩

صدق اللہ العظیم

اے ایمان والو! جب تم سرگوشی کرو تو تم گناہ، سرکشی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کرو، نیکی اور خوف خدا کی سرگوشی کرنا۔ اللہ سے ڈرتے رہنا اسی کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے (۹) سرگوشی تو صرف شیطان کی طرف سے ہوتی ہے تا کہ وہ ایمانداروں کو غمگین کرے اور وہ اللہ کے اذن کے بغیر ایمان والوں کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے والا نہیں اور مومنوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہئے (۱۰)

مسلمانوں کے لیے سرگوشی کی ممانعت

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں یہودیوں کو بری سرگوشیوں سے منع فرمایا گیا۔ اس آیہ کریمہ میں ایمانداروں کو بری سرگوشیوں سے منع فرمایا گیا ہے، یہاں ایمانداروں سے مراد منافقین ہیں جو صرف زبان سے ایمان لاتے ہیں،[1]

دوسری تفسیر یہ ہے کہ ایمانداروں سے مراد حضور ﷺ کے صحابہ کرام مراد ہیں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے کفار اور منافقین کو بری سرگوشیوں سے منع فرمایا تو مسلمانوں کو بھی منع فرمایا گیا کہ کہیں مسلمان کفار اور منافقین کی روش پر نہ چل پڑیں اور ان کو اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی مخالفت میں سرگوشیوں سے منع فرمایا اور نیکی بہتری خیر خواہی، خدا ترسی کے کاموں میں سرگوشی کرنے کا حکم دیا اور جب مسلمان اس طرح سرگوشیاں کریں گے تو ان کی سرگوشیوں سے کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف نہیں پہنچے گی پھر ان کو آخرت سے ڈرایا کہ تم اللہ ہی کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔[2]

اگلی آیہ پاک میں فرمایا سرگوشی صرف شیطان کی طرف سے ہوتی ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ شیطان منافقین کو اس پر اُبھارتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف سرگوشیاں کریں جس سے مسلمان پریشانیوں میں مبتلا

1 احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص257/
مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص2614
2 محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص17/ 294
قاضی محمد ثناء اللہ (المتوفی 1225ھ)، تفسیر مظہری، ص9/ 223

ہوں۔ رب قدوس ان کا رد فرماتا ہے کہ ان کی سرگوشیوں سے مسلمانوں کو کسی قسم کی ضرر نہیں ہو گی کہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر شیطان کسی کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔

اس آیہ کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے اگر تین مسلمان ہوں تو وہ ایسا نہ کریں کہ ایک کو چھوڑ کر دو آپس میں سرگوشی کریں، اس طرح تیسرا مسلمان پریشان ہو گا کہ شاید میرے خلاف کوئی بات کر رہے ہیں، سیدنا عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جب تین افراد ہوں تو ایک کو چھوڑ کر دو آدمی باہم سرگوشی نہ کریں کہ تم تیسرے کو تکلیف اور پریشانی میں مبتلا کرو۔[1]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

اے ایمان والو! جب تمہیں کہا جائے کہ مجالس میں کھلے ہو جاؤ تو کھلے ہو جاؤ، اللہ تمہارے لئے کشادگی فرمائے گا اور جب تم سے کہا جائے کھڑے ہو جاؤ تو کھڑے ہو جایا کرو، اللہ تم میں سے (کامل) مومنوں کے اور علم والوں کے درجات بلند فرمائے گا اور اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے (۱۱)

صدق اللہ العظیم

مجالس میں بیٹھنے کا پر وقار طریقہ

پہلی آیہ مبارکہ میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا وہ کام جو ایک دوسرے کی نفرت کا سبب بنیں اُن سے بچا جائے، اس آیہ پاک میں ان کاموں کا حکم دیا جا رہا ہے جس سے الفت پیدا ہو، محبت ظاہر ہو۔ اس آیہ پاک میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں ایک دوسرے سے جُڑ کر نہ بیٹھو بلکہ کھلے کھلے بیٹھو تاکہ بعد میں آنے والے کو جگہ مل سکے۔ حضور ﷺ صفہ میں تشریف فرما تھے، جمعہ کا دن تھا جگہ تنگ تھی حاضرین بدر میں سے

1 مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب تحریم مناجاۃ الاثنین دون الثالث الرقم 2183 ص 4/ 1717

کچھ صحابہ آئے، مجلس میں لوگ بیٹھے ہوئے تھے، آنے والے بدری لوگ حضور ﷺ کے سامنے کھڑے ہو گئے وہ اس انتظار میں تھے کہ ان کیلئے جگہ بنائی جائے، لوگوں نے جگہ نہ بنائی حضور ﷺ پر یہ بات گراں گزری تو آپ نے غیر بدری لوگوں کیلئے فرمایا کہ تم اُٹھو جگہ دو تم اُٹھو جگہ دو جتنے بدری صحابہ آئے تھے آپ نے اتنے غیر بدری لوگوں کو اُٹھایا اور ان کیلئے جگہ بنا دی، جگہ خالی کرنے والوں کو یہ عمل ناگوار گزرا، حضور ﷺ نے ان کے چہروں سے ناگواری محسوس فرمائی، اس پر منافقین نے مسلمانوں سے کہا تمہارا تو خیال تھا کہ تمہارے رسول لوگوں میں عدل و انصاف کرتے ہیں مگر اس معاملہ میں انہوں نے لوگوں سے انصاف نہیں کیا کہ قریب بیٹھنے والوں کو اٹھا دیا اور دیر سے آنے والوں کو ان کی جگہ دے دی، تب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی، ایمان والو جب تم سے کہا جائے کہ کھلے کھلے ہو جاؤ تو ہو جایا کرو۔ [1]

اس آیہ کریمہ سے واضح ہو رہا ہے کہ صاحب فضل و کرم کو اگلی صف میں بٹھائے، یہی عنوان ایک حدیث شریف سے اس طرح ملتا ہے، اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ نے فرمایا لوگوں کو ان کے مراتب کے مطابق بٹھاؤ۔ [2]

ایک اور حدیث شریف میں ابو موسیٰ اشعری سے اس طرح روایت ملتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا مسلمانوں کی تعظیم کرنا اور اس حامل قرآن کی تعظیم کرنا جو قرآن میں غلو نہ کرے اللہ کی تعظیم کرنے سے ہے [3]

اس آیہ کریمہ سے یہ بھی پتہ چلا حضور ﷺ کے کسی کام پر تنقید کرنا منافقین کا کام ہے مومنین کا نہیں، اللہ کے رسول جو کر دیں جیسے کر دیں وہی حق ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 9/258
محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص 17/296
2 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب فی تنزیل الناس منازلھم الرقم 6288 ص 8/64
مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب تحریم مناجاۃ الاثنین دون الثالث الرقم 2183 ص 4/1717
سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ)، السنن ابوداؤد، باب الرقم 4842 ص 4/261
3 محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ) جامع ترمذی، باب الرقم 4843 ص 4/261

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑫ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۭ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑬ صدق اللہ العظیم

اے ایمان والو! جب تم رسول (ﷺ) سے سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ کیا کرو یہ تمہارے لئے بہت اچھا ہے اور نہایت پاکیزہ ہے اگر کچھ نہ ملے (تو پریشانی نہیں) بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم والا ہے (۱۲) کیا تم اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ کرنے سے گھبرا گئے جب تم نے صدقہ نہ کیا اور اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرما لی پس تم نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو، اللہ تمہارے کاموں کو اچھی طرح جانتا ہے (۱۳)

حضور ﷺ سے گفتگو سے قبل صدقہ کا حکم

حضور ﷺ سے سرگوشی سے پہلے صدقہ دینے میں کئی حکمتیں ہیں، حضور ﷺ کی تعظیم کا اظہار ہے، غرباء و مساکین کی مدد ہے کہ وہ صدقہ فقراء کو دیا جائے گا، منافقین حضور ﷺ سے غیر ضروری سوالات کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سوال کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ اس قسم کے سوالات نہ کریں، ابن عباس فرماتے ہیں مسلمان حضور ﷺ سے بہ کثرت سوالات کرنے لگے تھے اور حضور ﷺ کو اس سے مشقت ہوتی تھی، جب اللہ تعالیٰ نے سوال کرنے سے پہلے صدقہ کا حکم فرمایا تو بہت سے لوگ سوال کرنے سے رُک گئے، یہ بھی حکمت تھی کہ صدقہ دینے کے حکم سے واضح ہو گیا کون دنیا کے مال سے محبت کرتا ہے اور کس کو آخرت عزیز ہے۔[1]

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 249/23
عبد الرحمن بن علی (المتوفی 597ھ)، تفسیر زاد المسیر، ص 249/4
مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 263/4

یہ بھی حکمت تھی کہ مال دار حضور علیہ السلام سے بہت سے سوالات کرتے تھے، غرباء و مساکین کو موقعہ نہیں ملتا تھا، جب صدقہ کا حکم دیا گیا تو اُمراء نے سوالات کرنے کم کر دیئے، اس طرح غرباء کو سوال کرنے کا موقعہ مل گیا۔ صدقہ دینے کا حکم بتاتا ہے یہ صدقہ واجب ہے،[1]

بعض علماء نے کہا واجب نہیں مستحب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تمہارے لئے اچھا ہے پاکیزہ ہے، ایسے الفاظ نفلی کام کیلئے آتے ہیں واجب کیلئے نہیں۔ اس ضمن میں فیصلہ کن بات یہ ہے کہ صدقہ کرنا شروع میں واجب تھا بعد میں اس کا وجوب منسوخ ہو گیا۔[2]

مقاتل بن حیان کہتے ہیں اس دن تک یہ حکم واجب رہا پھر منسوخ ہو گیا، اکثر روایات میں ملتا ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ سے سرگوشی کرنے سے پہلے ایک دینار صدقہ دیا تھا، اس کے بعد اس حکم پر عمل کرنے کی رخصت نازل ہو گئی اور اس حکم پر عمل کرنا منسوخ ہو گیا۔[3]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۶﴾ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ

کیا آپ نے اُن لوگوں کو دیکھا نہیں جنہوں نے ان لوگوں سے دوستی رکھی جن پر اللہ نے غضب فرمایا وہ نہ تم میں سے ہیں نہ اُن میں سے ہیں اور وہ جانتے ہوئے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں (۱۴) اللہ نے ان کیلئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے بے شک وہ بہت برے کام کیا کرتے تھے (۱۵) انہوں نے اپنی جھوٹی قسموں کو ڈھال بنا لیا پھر (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا سو اُن کیلئے سخت ذلت والا

---

1 اسماعیل بن عمر (المتوفی 744ھ)، تفسیر ابن کثیر، ص 7/2

2 محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص 303/17
عبد الرحمن بن علی (المتوفی 597ھ)، تفسیر زاد المسیر، ص 250/4

3 علی بن محمد (المتوفی 450ھ)، تفسیر ماوردی، ص 493/5
مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 263/4

اَوۡلَادُهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ شَيۡـئًا‌ؕ اُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ‌ؕ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ۝۱۷

عذاب ہے (۱٦) ان کے مال ان کی اولاد ان کو اللہ کے عذاب سے ہر گز نہیں بچا سکتے یہی دوزخی ہیں اسی میں ہمیشہ رہیں گے (۱۷)

جھوٹی قسم کی مذمت

اس آیہ پاک کے اترنے کا سبب یہ بنا: مشہور منافق عبداللہ بن نبل حضور ﷺ کی محفل میں بیٹھتا تھا آپ کی باتیں یہود تک پہنچاتا تھا، ایک دن آپ نے فرمایا ابھی تمہارے پاس ایک شخص آئے گا جس کا دل ظالم ہے اور وہ شیطان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے، پس عبداللہ بن نبل آیا، اس کی آنکھیں نیلی تھیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم اور تمہارے دوست کس وجہ سے مجھے برا کہتے ہو، اس نے اللہ کی قسم کھا کر کہا ہم نے کبھی ایسا نہیں کیا، حضور ﷺ نے فرمایا تم نے ایسا کیا ہے وہ وہاں سے چلا گیا اور اپنے دوستوں کو لے کر آگیا ان سب نے اللہ کی قسم کھا کر کہا ہم نے کبھی بُرا نہیں کہا، تب یہ آیہ پاک ان کے رد میں نازل ہوئی، ایسے لوگوں کیلئے اللہ کی طرف سے سخت عذاب ہے، انہوں نے جھوٹی قسموں کو ڈھال بنا لیا پھر لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکا اسی باعث ان کیلئے سخت ذلت والا عذاب ہے۔[1]

منافقین کہتے تھے قیامت کے دن ہماری مدد کی جائے گی، ان کے رد میں فرمایا ان کے مال ان کی اولاد ان کی مدد نہ کر سکیں گی یہ لوگ دوزخی ہیں ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، جھوٹی قسموں کو ڈھال بنا کر وہ اپنے آپ کو بھی بچا رہے تھے، اور اس آڑ میں لوگوں کو اسلام سے نفرت دلاتے اور اس کے اسلام قبول کرنے میں رکاوٹ بنتے۔[2]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 9/263
حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص 5/49

2 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 23/254
علی بن محمد (المتوفی 450ھ)، تفسیر ماوردی، ص 5/494

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِى الْاَذَلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۱﴾

صدق اللہ العظیم

جس دن اللہ ان سب کو اُٹھائے گا تو یہ اس کے سامنے بھی اسی طرح قسمیں کھائیں گے جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھا رہے ہیں اور ان کا گمان ہو گا کہ وہ کسی دلیل پر ہیں وہ بے شک جھوٹے ہیں (۱۸) شیطان اُن پر غالب آگیا تو اس نے اللہ کا ذکر ان سے بھلا دیا وہ شیطان کا گروہ ہیں بے شک شیطان کا گروہ بھی نقصان اٹھانے والا ہے (۱۹) بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھتے ہیں وہی لوگ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں (۲۰) اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور میں غالب ہوں گا اور میرے رسول غالب ہوں گے بے شک اللہ بہت قوت والا ہے بے حد غالب ہے (۲۱)

منافقین کا قیامت کے دن جھوٹی قسمیں اُٹھانا

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں منافقین قیامت کے دن اسی طرح جھوٹی قسمیں کھائیں گے جس طرح وہ دنیا میں اپنے ساتھیوں کی حمایت میں جھوٹی قسمیں کھایا کرتے تھے۔ منافقین اپنے نفاق میں اس قدر پکے ہیں کہ وہ یہ سمجھتے ہیں جس طرح وہ دنیا میں جھوٹی قسمیں کھانے سے بچ جاتے تھے اور ان کو قتل نہیں کیا جاتا تھا اسی طرح آخرت میں جھوٹی قسمیں کھانے سے وہ بچ جائیں گے اور ان کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔ شیطان ان پر غالب آگیا اور انہیں خدا کا ذکر بھلا دیا، ان کی عقلوں پر شیطان غالب آگیا، انہیں ذکر الٰہی کی فرصت ہی نہیں ملتی، انہوں نے اپنے رب کی یاد کو بھی بھلا دیا، اب وہ شیطانی لشکر میں شامل ہو گئے۔[1]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

1 محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، تفسیر کبیر، ص 29/ 498

لَا تَجِدُ قَوۡمًا يُّؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ يُوَآدُّوۡنَ مَنۡ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَلَوۡ كَانُوۡۤا اٰبَآءَهُمۡ اَوۡ اَبۡنَآءَهُمۡ اَوۡ اِخۡوَانَهُمۡ اَوۡ عَشِيۡرَتَهُمۡ‌ؕ اُولٰٓـئِكَ كَتَبَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡاِيۡمَانَ وَاَيَّدَهُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡهُ‌ؕ وَيُدۡخِلُهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا‌ ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ‌ ؕ اُولٰٓـئِكَ حِزۡبُ اللّٰهِ‌ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۞ ۲۲

صدق اللہ العظیم

جو لوگ اللہ پر اور قیامت پر یقین رکھتے ہیں آپ اُن کو ایسا نہیں پائیں گے، کہ وہ اُن سے محبت رکھیں جو اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی رکھیں خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا اُن کے بیٹے یا ان کے بھائی ہوں یا اُن کے رشتہ دار ہوں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی ہے اور انہیں اُن جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اللہ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں بے شک اللہ کی جماعت ہی کامیابی پانے والی ہے (۲۲)

مؤمنین اور کفار میں عدم محبت

اس آیہ کریمہ کا مطلب واضح ہے کہ ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی محبت جمع نہیں ہو سکتی جو شخص کسی سے محبت رکھتا ہو وہ اس کے دشمن سے محبت نہیں رکھ سکتا کہ دونوں محبتیں ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں، جس شخص کے دل میں اللہ کے دشمنوں کی محبت ہو گی تو اس کے دل میں ایمان نہیں ہو گا اگر کوئی بندہ رشتہ داری یا تعلقات کی وجہ سے خدا کے دشمنوں سے محبت رکھتا ہے مگر اس کے کفر کو پسند کرنے کی وجہ سے نہیں تو یہ شدید حرام ہو گا اگر اس کے کفر سے پیار کی وجہ سے محبت رکھتا ہے تو یہ کفر ہو گا پھر فرمایا گیا خواہ وہ رشتہ باپ بیٹے بھائی کا ہی کیوں نہ ہو، اس آیہ کریمہ میں فرمایا گیا مسلمانوں کے نزدیک رسول اللہ ﷺ ان کے باپ داد ا اور اولاد سب سے زیادہ محبوب ہیں جنگ بدر میں ابو بکر رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر کی طرف سے ہیں اور بیٹا عبدالرحمان (جو ابھی اسلام نہیں لایا تھا) کفار کی طرف سے ہے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد کسی موقعہ پر بیٹے عبدالرحمان نے کہا ابا آپ میری تلوار کی زد میں تھے مگر میں نے تلوار نہ چلائی کہ آپ میرے باپ تھے۔ صدیق

اکبر نے فرمایا یہ تُو ہی تھا کہ تلوار نہ چلا سکا اگر تو میری زد میں آجاتا تو قتل کر دیتا، بیٹے نے کہا بابا اتنا غصہ آخر میں تیرا بیٹا ہوں، فرمایا جاؤ جو مصطفیٰ کا نہیں وہ میرا بھی نہیں۔[1]

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ [2] نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کر دیا تھا۔ صحابہ کرام کے حضور ﷺ پر جاں نثاری کے بے شمار واقعات ملتے ہیں جن سے واضح ہے، صحابہ کو حضور علیہ السلام اپنے باپ بیٹے اعزا ، اقرباء سے بہت آگے تھے،[3]

ایک موقعہ پر صدیق اکبر رضی اللہ [4] عنہ کے والد ابو قحافہ نے نبی پاک ﷺ کو گالی دی، ابو بکر صدیق نے زور سے تھپڑ مارا وہ زمین پر گر گئے، حضور ﷺ کی بارگاہ میں یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا ابو بکر تو نے ایسا کیا ہے عرض کی جی ہاں فرمایا دوبارہ ایسا نہ کرنا، صدیق اکبر عرض کرتے ہیں اللہ کی قسم اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو قتل کر دیتا۔[5] تب یہ آیہ پاک نازل ہوئی، فرمایا یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے اللہ سے محبت کرنے والوں کے دلوں میں ایمان کو راسخ کر دیا ہے، دوسرا انعام یہ کہ اپنی طرف سے روح کے ساتھ ان کی تائید فرمائی، تیسرا انعام یہ کہ جنتوں میں داخل فرمایا، چوتھا انعام یہ کہ ان پر راضی ہو گیا، پانچواں انعام یہ کہ انہیں اپنی جماعت قرار دیا، پھر فرمایا اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہوتی ہے۔[6]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 یوسف بن عبد اللہ (المتوفی 463ھ)، الاستیعاب، ص 2/ 368

2 آپ مسلمان مملکت کے دوسرے خلیفہ منتخب ہوئے۔آپ کے دور میں اسلامی مملکت 26 لاکھ مربع میل کے رقبے پر پھیل گئی آپ حضور نبی کریم ﷺ کی دعا سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔آپ 23 ہجری میں فوت ہوئے آپ روضۃ الرسول میں دفن ہیں۔

3 سیرت ابن ھشام، عبد الملک بن ھشام (المتوفی 213ھ) ص 2/ 202

4 آپ کا نام عبد اللہ بن ابی قحافہ ہے۔آپ کی پیدائش مکہ مکرمہ میں 573 عیسوی میں ہوئی۔آپ عالم اسلام کے سب سے پہلے خلیفہ اور امت مسلمہ میں سب سے افضل امتی ہیں۔ بالغ مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے صحابی ہیں۔ آپ کے وفات مدینہ منورہ میں 634 عیسوی میں ہوئی اور آپ نے 61 سال کی عمر پائی۔

5 علی بن محمد (المتوفی 450ھ)، تفسیر ماوردی، ص 5/ 497

محمد بن عمرو (المتوفی 538ھ)، تفسیر زمخشری، ص 4/ 497

6 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 3/ 421

سورۃ الحشر

اس سورۃ کا نام "سورۃ بنی النضیر" بھی ہے کہ اس سورۂ پاک میں یہود بنو نضیر کو مدینہ منورہ سے جلا وطن کرنے کا قصہ موجود ہے۔[1]

بخاری شریف کی ایک حدیث شریف سے اس کی دلیل ملتی ہے، سعید بن جبیر فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس سے سورۃ الحشر کے متعلق دریافت کیا،[2]

انہوں نے فرمایا یہ سورۃ بنی نضیر کے متعلق نازل ہوئی ہے اس کا نام الحشر اس لئے ہے کہ حشر کا معنی ہے اکٹھا کرنا، بنو نضیر کو اکٹھا کر کے مدینہ منورہ سے نکالا گیا پھر ان کو خیبر اور شام کی طرف جلا وطن کیا گیا، یہ سورۂ پاک مدنی ہے۔[3]

بنو نضیر کو مدینہ منورہ سے جلا وطن کرنے کا سبب یہ بنا: یہ مدینہ منورہ کے ایک محلے میں آباد تھے اور بڑی طاقت کے مالک تھے اسی طاقت کے گمان پر انہوں نے حضور ﷺ کے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنالیا، اس سازش کے نتیجہ میں انہیں مدینہ سے جلا وطن کیا گیا۔[4]

مسلمانوں نے ان کے باغات اُجاڑ دیئے جو کچھ چھوڑ گئے تھے اس پر قبضہ کر لیا، ان کی جلاوطنی سے رسول اللہ ﷺ کی ہیبت اور غلبہ واضح ہوتا ہے۔ اس سورۂ پاک میں مومنین کی عظمت کا ذکر ہے، اس سورۂ پاک میں منافقین کی سازشوں کو ظاہر فرمایا گیا ہے، منافقین اور بنو نضیر کے اندر خانہ جو معاہدے تھے وہ واضح کئے گئے ہیں اور ایمانداروں کو کفار کی سازشوں سے بچنے، محفوظ رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور ایمانداروں کو خدا سے ڈرنے کی ہدایت کی گئی ہے، رسول اللہ ﷺ کے احکام ماننے کی تاکید کی گئی ہے۔[5]

---

1 عبدالرحمن بن علی (المتوفی 597ھ)، تفسیر زاد المسیر، ص 4/253
عبدالحق بن غالب (المتوفی 542ھ)، تفسیر المحرر الوجیز (ابن عطیه) ص 5/283

2 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب الرقم 4882 ص 6/147
اسماعیل بن عمر (المتوفی 744ھ)، تفسیر ابن کثیر، ص 8/86

3 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 2/262
محمد بن حموش (437ھ)، تفسیر الهدایة الی بلوغ النهایة، ص 9/5795

4 اسماعیل بن عمر (المتوفی 744ھ)، تفسیر ابن کثیر، ص 8/56
عبدالحق بن غالب (المتوفی 542ھ)، تفسیر المحرر الوجیز (ابن عطیه) ص 5/283

5 اسماعیل بن عمر (المتوفی 744ھ)، تفسیر ابن کثیر، ص 8/90

اس سورۃ کا نزول اور غزوۂ بنو نضیر کس سال ہوا؟ اس میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ملتا ہے کہ یہ واقعہ جنگ بدر کے چھ ماہ بعد ہوا یہ بھی ہے کہ یہ غزوہ ۴ھ میں پیش آیا، اس سے پہلے بیئر معونہ کا حادثہ پیش آچکا تھا۔[1]

یہودیوں کا اصل وطن تو فلسطین[2] تھا ان کے حجاز میں آنے اور رہنے کا واقعہ اس طرح ملتا ہے جب بخت نصر نے یروشلم پر حملہ کیا تو بہت سے یہود کو قتل کیا اس وقت یہودیوں کے چند قبیلے یثرب میں آکر آباد ہو گئے تھے ۔ تیماء، فدک، خیبر، وادی القریٰ کے سر سبز علاقے انہوں نے اپنی رہائش کیلئے منتخب کر لئے تھے، جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو استقبال کرنے والوں میں یہ بھی پیش پیش تھے۔[3]

حضور ﷺ نے انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا پھر یہود کے ساتھ بھی دوستی کا معاہدہ مساوی بنیادوں پر کیا، انصار و مہاجرین اپنے معاہدہ پر قائم رہے، یہود نے اپنے معاہدوں کو توڑنا شروع کر دیا۔ فتح بدر کے بعد کعب بن اشرف مکہ آیا اور میدان بدر کے مقتولین کے ورثاء سے ہمدردی کی، کفار کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا، ایسے کئی خطرناک واقعات پیش آئے، جس کے پیش نظر یہ یہود کی جڑ اکھاڑنے کیلئے فیصلہ کن اقدام ضروری ہو گیا تھا جو اُن کی جلاوطنی کی صورت میں پیش آیا۔ بہت سے واقعات میں سب سے بڑا واقعہ یہ تھا کہ حضور ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنالیا گیا تھا (معاذ اللہ)۔[4]

یہ سورۃ پاک مدینہ منورہ میں نازل ہوئی، اس میں ۲۴ آیات اور تین رکوع ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

عبدالرحمن بن محمد (المتوفی 327ھ)، تفسیر ابن ابی حاتم، ص 10/3345

1 محمد بن احمد (المتوفی 748ھ)، تاریخ اسلام، ص 1/98

2 فلسطین دنیا کے قدیم تیرن ممالک میں سے ایک ہے۔ جس کے بیشتر حصے پر اب اسرائیل کی ریاست قائم کی گئی ہے۔
فلسطین خلافت عثمانیہ میں قائم رہا۔ مگر بعد میں انگریزوں اور فرانسیسیوں نے اس پر قبضہ کر کے اسرائیل کی ریاست قائم کی۔

3 اسماعیل بن علی (المتوفی 732ھ)، المختصر، ص 1/98

اسماعیل بن عمر بن کثیر (المتوفی 774ھ)، البدیۃ والنھایۃ، ص 2/47

4 مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/269

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم فرمانے والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ۚ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۱﴾ ہُوَ الَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ مِنۡ دِیَارِہِمۡ لِاَوَّلِ الۡحَشۡرِ ؕ مَا ظَنَنۡتُمۡ اَنۡ یَّخۡرُجُوۡا وَ ظَنُّوۡۤا اَنَّہُمۡ مَّانِعَتُہُمۡ حُصُوۡنُہُمۡ مِّنَ اللّٰہِ فَاَتٰىہُمُ اللّٰہُ مِنۡ حَیۡثُ لَمۡ یَحۡتَسِبُوۡا ٭ وَ قَذَفَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمُ الرُّعۡبَ یُخۡرِبُوۡنَ بُیُوۡتَہُمۡ بِاَیۡدِیۡہِمۡ وَ اَیۡدِی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ٭ فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ ﴿۲﴾

صدق اللہ العظیم

آسمانوں زمینوں کی ہر شئ اللہ ہی کی تسبیح بیان کرتی ہے اور وہ بہت غالب نہایت حکمت والا ہے (۱) وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کافروں کو پہلی بار جلا وطن کرنے کیلئے ان کو ان کے گھروں سے نکالا ، تمہیں ان کے نکلنے کا گمان تک نہ تھا وہ اس گھمنڈ میں تھے کہ ان کے قلعے ان کو اللہ کے عذاب سے بچالیں گے ان پر اللہ کا عذاب ایسی جگہ سے آیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا اور اللہ نے ان کے دلوں میں رُعب ڈال دیا وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے برباد کر رہے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی ، اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو (۲)

اہل کتاب کی جلاء وطنی

اس سورۃ پاک کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی تسبیح ، قدرت کاملہ کے ذکر سے کی گئی ہے تاکہ آنے والے مسلمان بنو نضیر کی مدینہ منورہ[1] سے جلاوطنی کو محض اللہ کا فضل و کرم جانیں۔ بنو نضیر کا قبیلہ جو مسلمانوں کیلئے سخت ثابت ہو رہا تھا اور وہ مار آستین کی طرح مسلمانوں کو ڈسنے میں کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا، یہ قبیلہ اپنی قوت اور سرکشی پر بڑا نازاں تھا ان کے مدینہ چھوڑنے سے مسلمان امن کی زندگی گزارنے لگے ان کے چھوڑے ہوئے مال کے مالک بن گئے ، یہ محض اللہ کا فضل تھا ورنہ مسلمان اس حالت میں نہ تھے کہ اپنے زور بازو سے انہیں باہر نکال دیتے۔ وہی عزیز و حکیم ہے جس نے یہود کے قبیلہ بنو نضیر کو ان کے گھروں سے نکالا تمہیں یہ خیال بھی نہ تھا کہ

---

1 مدینہ منورہ مذہب اسلام کا دوسرا اقدس ترین شہر ہے۔ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کے شمال مشرق میں 45 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ ہجرت نبوی ﷺ سے قبل اس کا نام یثرب تھا۔ یہ شہر اسلام سے پہلے یہودیوں کا مرکز تھا۔

وہ نکل جائیں گے انہوں نے اپنے گھروں کو قلعہ نما بنایا ہوا تھا اور انہیں گمان تھا کہ انہیں ان کے قلعے بچالیں گے انہوں نے سامان جنگ اکٹھا کیا ہوا تھا تاکہ حملہ کے وقت اپنا دفاع کر سکیں اپنی بہادری پر ناز تھا یہ بات اُن کی عقل و فکر سے بلند تھی کہ چند مسلمان بھی ان پر غالب آسکتے ہیں۔ یہود کو اپنے معاہدوں کے پاس کا قطعی کوئی خیال نہ تھا جب بھی موقع ملتا معاہدہ توڑ دیتے، ان کی اس حالت پر اللہ کا قہر آیا، جس کا انہیں کبھی خیال بھی نہیں آیا تھا، اللہ نے ان کے دلوں میں رُعب ڈال دیا ان کا خیال تو تھا مسلمانوں سے جنگ ہو گی تو خوب لڑیں گے، یہ سوچا بھی نہ تھا کہ بغیر جنگ کے سب کچھ چھوڑ کر چلے جائیں گے، یہود نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ اسلحہ کے بغیر سارا سامان لے جانے کی اجازت دے دیں، حضور ﷺ نے اجازت فرمادی وہ اپنے گھروں کو برباد کر کے سارا سامان لے گئے، مکانوں کی چھتیں بھی اکھاڑ لیں، دروازے بھی لے گئے غرضیکہ جو کچھ لے جا سکتے تھے لے گئے۔[1]

اُن کی جلا وطنی کا سبب یہ بنا، انہوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور حضور ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا جو کامیاب نہ ہو سکا، اس خباثت پر حضور ﷺ نے انہیں مدینہ چھوڑنے کا حکم دے دیا اور دس دن میں چلے جانے کا فرمادیا۔ عبداللہ بن ابی نے انہیں اکسانے پر کافی زور لگایا مگر اللہ نے ان کے دلوں میں رُعب ڈال دیا کہ دس دن پورے ہونے سے پہلے ہتھیار ڈال دیئے اور جلا وطنی قبول کر لی، ان کے دلوں میں رُعب کا پیدا ہونا حضور ﷺ کا معجزہ تھا۔[2]

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا آنکھوں والو عبرت حاصل کرو، جب اللہ کی نافرمانی رسول کی مخالفت ہو تو اللہ دشمن کے دل میں رُعب ڈال دیتا ہے اور برباد کر دیتا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 22/ 496
محمد بن حموش (437ھ)، تفسیر الهدایة الی بلوغ النهایة، ص 11/ 7377
2 محمد بن عمرو (المتوفی 538ھ)، تفسیر زمخشری، ص 4/ 498
محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، تفسیر کبیر، ص 29/ 501

وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ③ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۖ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ④ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤ صدق اللہ العظیم

اور اگر اللہ نے ان کیلئے جلاوطنی کو مقدر نہ کر دیا ہوتا تو وہ ضرور انہیں دنیا میں عذاب دیتا اور ان کیلئے آخرت میں دوزخ کا عذاب ہے (۳) یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ کی مخالفت کرے تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے (۴) تم نے جو کھجوروں کے درخت کاٹے یا جن کو جڑوں پر کھڑا چھوڑا وہ اللہ کے اذن سے ہوا تاکہ فاسقوں کو ذلیل کرے (۵)

جلاوطنی کا سبب اللہ رسول کی مخالفت

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا اگر اللہ تعالیٰ انہیں جلاوطن نہ کرتا تو دنیا میں انہیں قتل کی سزا دی جاتی ہے جیسے کہ بنو قریضہ کو سزا دی گئی تھی اور آخرت میں بھی انہیں عذاب ہوتا، ان کے ساتھ ایسا ہوا کیوں؟ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی تھی ہر بندہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو اس کی یہ سزا جلاوطنی ہو ایسا نہیں یہاں صرف بنو نضیر کی سزا کا ذکر ہے ہر شخص کی سزا کا قاعدہ نہیں کہ اُسے جلاوطن کیا جائے۔

فرمایا گیا تم نے جو کھجوروں کے درخت کاٹ دیئے یا جن کو کھڑا رہنے دیا یہ سب کچھ اللہ کے اذن سے ہوا، درختوں کے کاٹنے کی صورت یہ ہوئی جب حضور ﷺ بنو نضیر کی بستی میں پہنچے تو یہ لوگ اپنے قلعوں میں بند ہو گئے، آپ نے حکم فرمایا ان کے درختوں کو کاٹ دیا جائے اور جلا دیا جائے، یہود نے کہا اے محمد! آپ تو نیک کام کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور درختوں کو کاٹنا تو کوئی اچھا کام نہیں، یہ زمین میں فساد پھیلانا ہے ان کی اس بات پر مسلمان خاموش ہو گئے کہیں یہ فساد نہ ہو، پھر اختلاف بھی پیدا ہو گیا، بعض مسلمانوں نے کہا درخت کاٹ دیئے جائیں بعض نے مخالفت کی، تب اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں کی تصدیق میں حکم نازل کیا کہ جن مسلمانوں نے درختوں کو کاٹا ہے وہ بھی اللہ کے حکم سے ہے اور جنہوں نے درختوں کو اپنی حالت پر چھوڑا ہے وہ بھی اللہ کے حکم سے ہے۔[1]

---

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 22/510
عبدالحق بن غالب (المتوفی 542ھ)، تفسیر البحر المحیط الوجیز (ابن عطیہ) ص 5/285

اس آیہ کریمہ سے واضح ہو رہاہے کہ رسول اللہ کا حکم دراصل اللہ تعالیٰ کا ہی حکم ہے یہ ان لوگوں کے درختوں کو کاٹا گیا تھا جنہوں نے جنگ احد میں مشرکین کی مدد کی تھی اور حضور ﷺ سے کئے گئے معاہدوں کو توڑا تھا، درخت کاٹنے کے بعد صحابہ نے حضور ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ ہمیں اس کا اجر ملے گا تو فرمایا یہ سب کچھ اللہ کے اذن سے ہوا ہے تا کہ فاسقوں کو ذلیل کرے۔[1]

وَصلَّی اللهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْهِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ یُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ⑥ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ⑦

صدق اللہ العظیم

اور جو مال اللہ نے ان کی طرف سے اپنے رسول کی طرف لوٹایا، تو تم نے اس پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ، بلکہ اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتاہے تسلط عطا فرما دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۶) اللہ نے ان بستیوں والوں سے جو (اموال) نکال کر اپنے رسول پر لوٹا دیئے وہ اللہ کے ہیں اور رسول اللہ کے قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور مسکینوں کے اور مسافروں کے تا کہ وہ مال تم میں سے مال داروں کے درمیان گردش نہ کرتے رہیں اور رسول جو تم کو دیں اس کو لے لو اور جس سے تم کو روکیں اس سے رُک جاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے (۷)

مال فے کا بیان

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے مال فے کا ذکر فرمایا ہے، مشرکین کا وہ مال جو بغیر جنگ اور لڑائی کے مل جائے وہ مال فے کہلاتا ہے اور کفار ومشرکین کا جو مال جنگ کے بعد حاصل ہو وہ مال غنیمت کہلاتا ہے، مال

1 محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص 6/18
علی بن محمد (المتوفی 450ھ)، تفسیر ماوردی، ص 5/501

غنیمت بھی مال فے میں شمار ہو جاتا ہے مگر بعض خصوصیات کے باعث مال غنیمت مال فے سے الگ ہو جاتا ہے۔ مال غنیمت میں آنے والا مال خمس نکالنے کے بعد مجاہدین پر تقسیم کر دیا جاتا ہے اور مال فے حضور ﷺ کے زیر انتظام رہتا ہے، آپ اس مال کو اپنی ضروریات پر خرچ کریں، اپنے اعزا اقرباء پر خرچ کریں، فقراء، مساکین پر خرچ کریں، مسافروں پر خرچ فرمائیں، عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر خرچ فرمائیں یہ تقسیم حضور ﷺ کی اپنی صوابدید پر ہے۔[1]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا بنو نضیر کے مال " مال فے " تھے ان مالوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کی طرف لوٹا دیا، ان مالوں کے حاصل کرنے کیلئے مسلمانوں نے کسی قسم کی تگ و دَو نہیں کی تھی یہ مال حضور ﷺ کے تصرف میں تھے، ان مالوں سے حضور ﷺ اپنے اہل و عیال کا خرچ نکالتے اور باقی مال جہاد فی سبیل اللہ کیلئے سواریوں اور ہتھیاروں پر خرچ فرماتے۔ ابو بکر جصاص فرماتے ہیں ان مالوں میں رسول اللہ ﷺ کا تصرف ہے کسی دوسرے کا حق نہیں، ہاں حضور ﷺ خود چاہیں تو کسی کو عطا فرما دیں، مال فے کے بارے میں سورۃ حشر کی جو آیات ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ کفار کے جو مال جنگ کے بغیر مسلمانوں کو مل جائیں ان کو مسلمانوں کے بیت المال میں نہیں رکھا جائے گا بلکہ اُنہیں مصارف میں خرچ کیا جائے گا جن مصارف میں خراج اور جزیہ کے مالوں کو خرچ کیا جاتا ہے کہ وہ مال بنو نضیر کے مالوں کے حکم میں ہیں، ان کے حصول کیلئے مسلمانوں نے کوئی جنگ نہیں کی نہ کوئی مشقت اُٹھائی۔[2]

مال فے کے بارہ میں سورۂ حشر کی یہ آیات مبارکہ واضح دلیل ہیں " وما آفاء اللہ علی رسولہ منہ " اور اللہ نے جو اموال ان سے نکال کر اپنے رسول پر لوٹا دیئے حالانکہ تم نے ان کے حصول کیلئے نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جن پر چاہے مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ تعالیٰ نے ان بستیوں والوں سے جو اموال نکال کر اپنے رسول پر لوٹا دیئے سو وہ اللہ کے ہیں اور رسول کے اور رسول کے قرابت

---

1 احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص9/ 274
محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص18/ 14
اسماعیل بن عمر (المتوفی 744ھ)، تفسیر ابن کثیر، ص8/ 94
2 حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص2/ 295
اسماعیل بن عمر (المتوفی 744ھ)، تفسیر ابن کثیر، ص8/ 102

داروں کے اور یتیموں اور مسکینوں کے اور مسافروں کے تاکہ وہ اموال تم میں سے صرف مالداروں کے درمیان گردش نہ کرتے رہیں، اس تفصیل کے بعد فیصلہ کن حکم فرمادیا گیا، رسول جو کچھ تمہیں دیں لے لو اور جس سے روکیں رُک جاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ اس آیہ پاک سے واضح ہو رہا ہے، رسول اللہ ﷺ کے ہر حکم کی اطاعت واجب ہے رسول کریم ﷺ جو دیں لے لو جس سے روکیں رُک جاؤ، یعنی حضور مال غنیمت سے جو دیں لے لو، مال غنیمت میں خیانت سے روکیں تو رک جاؤ اگرچہ اس آیہ کا تعلق مال غنیمت کے ساتھ خاص ہے لیکن حضور ﷺ کے تمام احکام ماننا واجب ہے۔[1]

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ﴿۸﴾ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ﴿۹﴾ صدق اللہ العظیم

(یہ مال) ان فقیروں مہاجروں کیلئے ہے جنہیں ان کے گھروں سے اور مال سے نکال دیا گیا وہ اللہ کے فضل اور رضا کو طلب کرتے ہیں اور اللہ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں وہ لوگ وہی سچے ہیں (۸) اور (یہ اموال) ان لوگوں کیلئے ہیں جو دار ہجرت میں اور ایمان میں اس سے پہلے جگہ بنا چکے ہیں اور وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اور وہ اپنے دلوں میں اس چیز کی کوئی چاہت نہیں پاتے جو ان (مہاجروں) کو دی گئی ہے اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں خواہ انہیں شدید ضرورت ہو اور جن کو ان کے نفسوں کے بخل سے بچایا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں (۹)

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 22/523
احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 9/278
حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص 5/57

مال فے سے مہاجرین فقراء کا حصہ

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا یہ مال فقراء و مہاجرین کیلئے ہیں جنہیں اپنے گھروں سے نکالا گیا وہ اللہ کے فضل اور اُس کی رضا کو طلب کرتے ہیں، اللہ کے دین کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں وہی لوگ سچے ہیں، مہاجرین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کی محبت میں گھر بار چھوڑا اور مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں یہ وہ مہاجرین ہیں جنہوں نے اپنے وطن، ماں باپ، رشتہ دار، اولاد کو رسول اللہ کی خاطر چھوڑ دیا، کفار نے انہیں گھروں سے نکال دیا اور وطن چھوڑنے پر مجبور کیا۔

اس آیہ پاک میں اللہ تعالیٰ نے فقراء و مہاجرین کو صادق فرمایا، انہی لوگوں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور صدیق اکبر کو پہلا خلیفہ مانا ان کا صادق ہونا ابو بکر صدیق کی خلافت کی واضح دلیل ہے۔ [1]

آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے کہ مہاجرین سے پہلے انصار نے ایمان کی جگہ بنائی تھی، یعنی مہاجرین کے آنے سے پہلے مدینہ میں ایمان کے گھر بنا چکے تھے یعنی ایمان والوں کیلئے گھر بنا چکے تھے یا اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے مدینے کے گھروں کو لازم کر لیا تھا اور ایمان کو لازم کر لیا تھا۔ [2]

اس کے بعد فرمایا گیا اور وہ اپنے دلوں میں اس چیز کی کوئی طلب نہیں پاتے جو اُن مہاجرین کو دی گئی ہے اس کی تفصیل سیدنا ابن عباس کے ارشاد سے اس طرح ملتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار سے فرمایا اگر تم چاہو تو اپنے مالوں اور گھروں کو مہاجرین کیلئے تقسیم کر دو اور تم بنو نضیر کے مال میں شریک ہو جاؤ اگر تم چاہو تو تمہارے مال اور تمہارے گھر تمہارے لئے ہی رہیں اور اس مال کو تم میں تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ انصار نے عرض کی حضور ہم اپنے مالوں کو اور اپنے گھروں کو مہاجرین کیلئے تقسیم کریں گے اور اس مال میں ان کے شریک نہیں ہوں گے، تب یہ آیہ پاک نازل ہوئی۔ [3]

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں خواہ انہیں شدید ضرورت ہو، اس آیہ کریمہ کا شان نزول اس طرح ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ [4] فرماتے ہیں ایک انصاری کے پاس ایک مہمان آیا

---

1 احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 9/ 280

2 محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، تفسیر کبیر، ص 29/ 502

3 حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص 8/ 77

4 حضرت ابوہریرہؓ کا اصل نام عبدالشمس تھا قبول اسلام کے بعد حضور ﷺ نے آپ کا نام عمیر رکھا۔ ابوہریرہ کی کنیت سے مشہور ہیں۔ حدیث کے سب سے بڑے روای ہیں اور سلطان محدثین کہلاتے ہیں۔ بعض رویات کے مطابق 78 سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

اس کے پاس صرف طعام اتنا تھا کہ وہ اور اس کی بیوی بچے ہی کھالیں، انصاری نے بیوی سے کہا بچوں کو سلادو اور چراغ بجھادو، گھر میں جو کچھ کھانا ہے وہ مہمان کے آگے رکھ دو، [1]

انصاری کے اس ایثار اور قربانی کے موقعہ اور ایثار کے متعلق ایک اور روایت اس طرح ملتی ہے، ایک صحابی کے پاس بکری کی سری ہدیہ میں آئی اُس نے دوسرے کو بھیج دی کہ اُسے زیادہ ضرورت ہے، اس نے آگے بھیج دی کہ اسے زیادہ ضرورت ہے اس طرح یہ سری سات گھروں میں گھومتی ہوئی پھر پہلے صحابی کے پاس پہنچ گئی۔ تاریخ میں صحابہ کرام کے ایثار اور قربانی کے بے شمار واقعات ملتے ہیں کہ وہ دوسرے کو اپنے پر ترجیح دیتے ہیں حالانکہ انہیں خود ضرورت ہے۔ ایسے لوگ فلاح پانے والے ہیں، [2]

ابو بکر محمد بن عبداللہ فرماتے ہیں مال کے ساتھ ایثار کرنے سے زیادہ مرتبہ جان کے ساتھ ایثار کرنا ہے ، اور سب سے افضل سخاوت حضور ﷺ کی حمایت میں جان کی سخاوت کرنا ہے۔ [3]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰﴾



اور (یہ مال ان کیلئے) جنہوں نے ان کے بعد ہجرت کی وہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں معاف فرما اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کیلئے کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب بے شک تو بے حد شفقت کرنے والا بہت مہربان ہے (۱۰)

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب قول اللہ عزوجل ویؤثرون علی انفسھم الرقم 3798 ص 5/34

2 محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب ومن سورۃ الحشر الرقم 3304 ص 5/409

3 عبدالرحمن بن علی (المتوفی 597ھ)، تفسیر زاد المسیر، ص 4/259

سابقین بالایمان کے لیے مغفرت کی دعا

"والذین جاؤ من بعدھم " کے ارشاد نے بعد میں آنے والوں کو بھی ان اموال میں حقدار ٹھہرایا ہے، قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی تقسیم کا جب مسئلہ پیش آیا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بشارات عملی صورت میں ظاہر ہونے لگیں، اس وقت اس وسیع اراضی کی تقسیم کا مسئلہ پیدا ہوا۔ صحابہ کی ایک جماعت نے فاروق اعظم سے کہا اس اراضی کو خمس نکالنے کے بعد مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے آپ کو یہ رائے پسند نہ آئی، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ اس اراضی کو تقسیم نہ کیا جائے، چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجلس شوریٰ کا اجلاس بلایا اور یہ مسئلہ سامنے رکھا کئی دن تک بحث جاری رہی حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متفق تھے، مگر کچھ لوگ اختلاف کر رہے تھے، ایک رات حضرت عمر فاروق کے ذہن میں سورۃ الحشر کی یہی آیات مبارکہ آئیں، اور آپ نے مجلس شوریٰ سے فرمایا مجھے اس مسئلہ کے حل کیلئے کتاب اللہ سے دلیل مل گئی ہے جو اس بارے میں فیصلہ کن ہے، پھر آپ نے یہی آیات مبارکہ "ما افاء اللہ" سے۔۔۔ "رحیم" تک تلاوت فرمائیں، خلاصہ کے طور پر یہ کہ ان مالوں کا خمس نہیں نکالا جائے گا، یہ سارے مال مسلمانوں کی ترقی و بہبود پر خرچ کئے جائیں گے، جیسے سرحدوں کی حفاظت، پلوں کی تعمیر، ملازمین کی تنخواہیں بعد میں آنے والے جنہیں مال کا حقدار بنایا گیا ہے، ان مالوں کے حاصل کرنے میں ان کا کوئی عمل دخل نہ تھا، یہ مہاجرین و انصار کی قربانیوں کا پھل کھا رہے ہیں اس لئے ان کا فرض ہے کہ اُن پہلوں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں انسان کی یہ بدبختی ہے کہ اپنے سے پہلے گزرنے والی نیک ہستیوں کے خلاف زبان طعن دراز کرے اور اپنی زندگی کو برباد کرے، یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء کے خدام سے ادب و احترام سے پیش آتے ہیں مگر مسلمانوں میں ایک فرقہ صحابہ کرام کی مخالفت میں سرگرم نظر آتا ہے، اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ

کیا آپ نے ان منافقین کی طرف نہیں دیکھا جو اپنے اُن بھائیوں سے کہتے ہیں جو اہل کتاب میں سے کافر ہیں کہ اگر تم کو بستی سے نکال دیا گیا تو ہم بھی

وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١١﴾ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِن قُوتِلُوا لَا يَنصُرُونَهُمْ وَلَئِن نَّصَرُوهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنصَرُونَ ﴿١٢﴾

صدق اللہ العظیم

ضرور تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہم تمہارے معاملہ میں کبھی بھی کسی کی اطاعت نہیں کریں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اللہ شہادت دیتا ہے بے شک یہ جھوٹے ہیں (۱۱) اگر انہیں نکال دیا گیا تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر انہوں نے ان کی مدد کی تو یہ ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر کہیں سے ان کی مدد نہیں کی جائے گی (۱۲)

منافقین کی اہل کتاب کی مدد

ان آیات مبارکہ میں منافقین کی اسلام دشمنی کا ذکر فرمایا گیا ہے حضور ﷺ اور بنو نضیر کے درمیان جب اختلافات بڑھے اور جنگ چھڑنے کے امکانات پیدا کئے گئے، تو اس وقت منافقین کے سربراہ عبداللہ بن اُبی نے بنو نضیر کو کہا تم پریشان نہ ہو مسلمانوں سے جنگ کیلئے ڈٹ جاؤ، ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم دونوں مل کر مسلمانوں سے لڑیں گے اور انہیں نیست و نابود کر دیں گے، عبداللہ نے کہا اگر ضرورت پڑی تو ہزار مسلح افراد کو مقابلہ کیلئے بلالیا جائے گا۔[1]

عبداللہ نے بنو نضیر سے کہا تم مدینہ چھوڑ کر جانے سے واضح انکار کر دو، اگر تمہیں مدینہ چھوڑنا پڑا تو پھر ہم سارے تمہارے ساتھ ہوں گے۔ اس آیہ مبارکہ میں رب قدوس جل مجدہ نے مسلمانوں کو بتایا کہ منافق سراسر جھوٹ بول رہے ہیں۔ اگر بنو نضیر سے جنگ شروع ہوئی تو یہ سارے منافق بنو نضیر کی مدد نہیں کر سکیں گے، پرلے درجے کی بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے اگر بنو نضیر کو ملک

1 مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/280
عبدالحق بن غالب (المتوفی 542ھ)، تفسیر المحرر الوجیز (ابن عطیہ) ص 5/289
محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 22/534

چھوڑ ناپڑا تو یہ ہر گز ساتھ نہیں ہوں گے، اگر یہ میدان میں آ بھی گئے تو بھاگ جائیں گے۔ چنانچہ بعینہٖ یہی کچھ ہوا، تمام منافقین نے بنو نضیر کا ساتھ نہ دیا پوری بزدلی کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں کو شکست نہ دے سکے، یہ منافقین یہود کے ساتھ اس نظریہ سے متفق تھے کہ حضور نبی نہیں (معاذ اللہ)۔ اہل کتاب کے کافروں سے مراد یہاں حیّ بن اخطب، جدی، ابو یاسر، مالک بن الضیف۔ جو کچھ قرآن مقدس نے ان کے متعلق فرمایا تھا، وہی کچھ ہوا، یہ واقعہ حضور علیہ السلام کی نبوت کی تصدیق ہے۔ منافقین اور یہود بنو نضیر دونوں مل کر بھی مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے [1]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

لَاَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِىْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۳﴾ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِىْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ۗ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ۗ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾

صدق اللہ العظیم

(اے مسلمانو) ان یہودیوں کے دلوں میں اللہ (تعالیٰ) سے بھی زیادہ تمہارا ڈر ہے یہ اس لئے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں (۱۳) (یہ بڑے بزدل ہیں) کبھی اکٹھے ہو کر تم سے جنگ نہیں کریں گے جنگ کریں گے تو قلعہ بند بستیوں میں یا دیواروں کی آڑ لے کر، ان کا اختلاف آپس میں بہت سخت ہے تم انہیں متحد خیال کرتے ہو حالانکہ ان کے دل الگ الگ ہیں یہ اس لئے کہ یہ لوگ بے عقل ہیں (۱۴) اُن کا حال ان لوگوں جیسا ہے جو اُن سے پہلے زمانہ قریب میں ہی اپنی شامت اعمال کا مزہ چکھ چکے ہیں اور اُن کیلئے دردناک عذاب ہے (۱۵)

---

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 536/22
نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 430/3
قاضی محمد ثناء اللہ المتوفی 1225ھ، تفسیر مظہری، ص 250/9

یہود جنگ کی جرات نہیں کر سکتے

اس آیہ مبارکہ میں یہودیوں کے ایک عمل کو ظاہر فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ خدا سے تو نہیں ڈرتے، ان کے دل خوف خدا سے خالی ہیں مگر مسلمانوں سے ڈر رہے ہیں ان کی ہیبت سے کانپ رہے ہیں، چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ اللہ سے ڈرتے۔ یہود کا یہ انداز ہے کیوں کہ یہ لوگ نا سمجھ ہیں، یہود کی دوسری حالت کو اس طرح فرمایا گیا اگر کبھی جنگ کا موقعہ آ بھی گیا تو یہ یہود کھلے میدان میں جنگ کرنے کی جرأت نہیں کریں گے، اپنی قلعہ بند جگہوں میں رہیں گے، دیواروں کے پیچھے چھپ کر لڑیں گے، کھل کر مقابلہ نہ کر سکیں گے حق کے سامنے باطل ڈٹ ہی نہیں سکتا، موت سے ڈرنے والے جنگ کیا کریں گے یہ کام ایمان والوں کا ہے کہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جنگ میں ڈٹ جاتے ہیں، یہود کے بار میں فرمایا یہ ان لوگوں کی مانند ہیں جو ماضی قریب میں بھی اپنے کردار کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ میدان بدر اُن کے سامنے ہے دشمن کا کیا حال ہوا، بنو قینقاع کا حشر سامنے ہے جو بھولا نہیں۔ ان کافروں کیلئے منافقوں کیلئے ہوا اور وہ یہودیوں کیلئے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔[1]

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ⑯ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ⑰ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑱ صدق اللہ العظیم

شیطان کی کہاوت جب اس نے آدمی سے کہا کفر کر، پھر جب اس نے کفر کر لیا بولا میں تجھ سے الگ ہوں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا رب ہے (۱۶) تو ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ وہ دونوں آگ میں ہمیشہ رہے اور ظالموں کی یہی سزا ہے (۱۷) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کیلئے آگے کیا بھیجا اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے (۱۸)

---

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 536/22
احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 284/9
حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص 62/5

منافقین کی شیطان سے تشبیہ

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کی مثال شیطان کی طرح ہے، جب منافقین نے بنو نضیر سے جھوٹے وعدے کیئے ان کی مثال شیطان کی طرح ہے جس نے انسان سے کہا کفر کر، پھر آخرت میں اس سے بیزار ہو گیا یا جیسے جنگ بدر میں شیطان نے کفار قریش سے کہا تھا کہ آج لوگوں میں سے تم پر غالب کوئی بھی نہیں آسکتا، میں تمہارا حامی ہوں جب اہل اسلام اور قریش دونوں صف آراء ہوئے تو شیطان اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے لوٹ گیا اور کہنے لگا میں تم سے بیزار ہوں، میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں جنہیں تم نہیں دیکھ رہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔[1]

شیطان اور کفار ان دونوں کا انجام دوزخ ہے اور ظالموں کی سزا یہی ہے منافقین کی مذمت کے بعد ایمانداروں کو ہدایت فرمائی جارہی ہے کہ خدا سے ڈریں اور وہ دیکھیں انہوں نے کل قیامت کیلئے آگے کیا بھیجا ہے پھر تاکید فرمائی اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ کو تمہارے سارے کاموں کی خبر ہے۔

آیہ مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شیطان کے مکروفریب سے بچا جائے، وہ محبت کے رنگ میں آتا ہے جب آدمی کو اپنے جال میں پھنسا لیتا ہے تو پھر بے یارو مددگار چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے جیسے بدر کے موقع پر ہوا تھا، کئی لوگوں نے ابو جہل کو مشورہ دیا تھا کہ جس قافلہ کی حفاظت کیلئے ہم گھر سے آئے تھے وہ تو بعافیت مکہ پہنچ گیا ہے اب مسلمانوں سے جنگ کی ضرورت نہیں تو شیطان ایک نجدی کے لباس میں آیا اور کہا فکر نہ کرو تم پر کوئی غالب نہیں ہو سکتا مگر جب جنگ شروع ہوئی تو یہ بھاگ گیا اور کفار بدر میں رسوا ہوئے، مار کھا گئے یہی حالت ان منافقین اور بنو نضیر کی تھی پہلے وہ بنو نضیر کو بھڑکاتے رہے وقت آنے پر منہ پھیر لیا۔[2]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 3/430
عبداللہ بن عمر (المتوفی 685ھ)، تفسیر بیضاوی، ص 5/201
عبدالرحمن بن علی (المتوفی 597ھ)، تفسیر زاد المسیر، ص 4/261

2 اسماعیل بن مصطفی (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 9/443
محمد بن عبداللہ (المتوفی 1270ھ)، تفسیر روح المعانی، ص 14/253

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾

صدق اللہ العظیم

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی انہیں اپنی جانوں سے بھلا دیا یہی لوگ فاسق ہیں (۱۹) دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہو سکتے ، جنتی ہی کامیاب ہیں (۲۰) اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے (تو اے مخاطب) تو اُسے ضرور اللہ کیلئے جھکتا اور خوف سے پھٹتا ہوا دیکھتا ہم ان مثالوں کو لوگوں کیلئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ غور و فکر کریں (۲۱) وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ ہر غیب اور حاضر کو جاننے والا ہے وہ (اللہ) نہایت رحم فرمانے والا ہے بہت مہربان ہے (۲۲)

نزول قُرآن سے خشیت جبال

آیہ مبارکہ میں فرمایا ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا یعنی جنہوں نے اللہ کے احکام کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو اپنے معاملات میں بھی بھولنے والا بنا دیا، ان کاموں کی کوشش ہی نہ کی جن سے ان کو فائدہ ہوتا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ ان کو یہ بھلا دیا کہ قیامت کے دن کس قدر عذاب ہو گا اور انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اگلی آیہ پاک میں فرمایا گیا جنتی اور دوزخی برابر نہیں ہو سکتے جنتی ہی کامیاب ہیں عارضی طور پر دوزخ میں جانے والے مسلمان وہ دوزخی نہیں کہ انہیں اس کے بعد بالآخر جنت میں بھیج دیا جائے گا۔[1]

اگلی آیہ پاک میں مومنوں سے خطاب کے بعد قرآن مقدس کی عظمت کا ذکر فرمایا گیا ہے اگر اس مقدس کتاب کو پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو وہ عاجزی سے اللہ کے حضور جھک جاتا اور خوف الٰہی سے پھٹ جاتا، اگر پہاڑ کو عقل

1 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 3/432
مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/284

فکر دی جاتی اور اس پر یہ کتاب نازل ہوتی تو وہ پھٹ جاتا، ریزہ ریزہ ہو جاتا، انسان جو ایک مشت خاک ہے اسے یہ حق نہیں کہ وہ ایسے کلام پر غور نہ کرے۔ اس مثال بیان کرنے سے کفار کے دلوں کو سختی پر متنبہ کیا جارہا ہے کفار کے دلوں کے بارہ میں قرآن مقدس فرماتا ہے "ثم قست قلوبکم" ان کے دل پتھروں کی طرح سخت بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہیں۔[1]

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ ہر غیب ہر حاضر کو جانتا ہے وہ نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے۔ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے بہت سے علوم غیبیہ پر اطلاع دی، قبر جنت حشر نشر، دوزخ پل صراط، ماکان ومایکون کی عطا، بے شمار علوم غیبیہ پر اطلاع فرمائی مگر اس صفت خاص "عالم الغیب" کا اطلاق صرف رب العزۃ جل مجدہ ہی کیلئے ہے۔

وَصلَّی اللهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰىؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۠ ﴿۲۴﴾ صدق اللہ العظیم

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ نہایت مقدس، سراسر سلامتی، امن دینے والا، معتمد، سب پر غالب، زور آور، بڑا ہی ہو رہنے والا، اللہ پاک ہے ان چیزوں سے جن کو لوگ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں (۲۳) وہی اللہ ہے جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا، وجود میں لانے والا، صورت گری کرنے والا، اسی کے لیے ساری اچھی صفتیں ہیں، اس کی تسبیح کر رہی ہیں جو چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ غالب اور حکیم ہے (۲۴)

1 البقرۃ2:74

صفاتِ باری تعالیٰ

"الملك" وہ اللہ بادشاہ جو چاہے کرے اُس کے کئے پر کسی کو اعتراض کی مجال نہیں، "القدوس" وہ ہر عیب سے پاک ہے وہ تمام قسم کی خامیوں سے محفوظ ہے "السلام" وہ سلامتی والا ہے لوگوں کو سلامتی سے نوازتا ہے دکھوں سے رنجوں سے بچاتا ہے، "المومن" وہ اپنے دوستوں کو امن دیتا ہے، یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا اظہار کر کے ان کی رسالت کی تصدیق کرتا ہے وہ "المهيمن" ہے کائنات کی ہر شے پر شاہد ہے وہ "العزیز" ہر شئی پر غالب ہے، کائنات کی ہر شئی اُس کے تابع ہے، وہ "الجبار" ہے مخلوق کے کاموں میں تصرف کرنے والا ہے، لوگوں کے معاملات کو درست کرنے والا ہے، وہ "المتکبر" اس کی بڑائی انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے، یہ اس کی ایک صفت ہے جو مخلوق میں کسی کو حاصل نہیں۔[1]

حدیث شریف میں ہے رب تعالیٰ نے فرمایا، "الكبرياء ردائی" کبریائی میری چادر ہے۔ اللہ وہ ہے جو ان صفات سے متصف ہے، افسوس ہے جاہلوں احمقوں نے اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں، کیا ان شریکوں میں کوئی ان میں سے کوئی ایک بھی خوبی پائی جاتی ہے ہر گز نہیں۔[2]

اگلی آیہ پاک میں فرمایا وہ خالق ہے وہ باری ہے وہ المصوّر ہے تصویر بنانے والا جس طرح چاہے شکل بنا دے کسی کو خوبصورت بنا دے کسی کو بد شکل بنا دے، تمام خوبصورت نام اُسی کے ہیں اُسی کی تسبیح کر رہے ہیں جو آسمانوں میں جو زمینوں میں ہیں وہی عزیز ہے وہی حکیم ہے۔[3]

ان مقدس ناموں میں ایک مبارک نام "المتکبّر" ہے یہ لفظ اللہ کیلئے مدح ہے، تعریف ہے مگر مخلوق کیلئے باعث مذمت ہے۔ مخلوق کیلئے متکبر کی صفت مذموم ہے، متکبر وہ شخص ہے جو اپنے کو بڑا جانے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ حقیر ہے مسکین ہے تمام بڑائیاں بلندیاں اللہ کیلئے ہی ہیں۔[4]

---

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 22/ 550
محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص 18/ 45
2 سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ)، السنن ابوداؤد، باب ماجاء فی الکبر الرقم 4090 ص 4/ 59
محمد بن یزید (المتوفی 273ھ)، سنن ابن ماجه، باب البراءة من الکبر الرقم 4174 ص 2/ 1397
3 مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/ 286
4 محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص 18/ 47

سورۃ الحشر کی ان آخری آیات کے بارہ میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس شخص نے رات یا دن سورۃ حشر کی یہ آیات تلاوت کیں اور اس کی روح قبض کر لی گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے جنت کو لازم کر دیا۔[1]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، تفسیر کبیر، ص 29/ 514
1 احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 9/ 289
علی بن حسام الدین (المتوفی 975ھ)، کنز العمال، باب الحشر 2643 ص 1/ 583

سورۃ الممتحنہ

اس سورۃ میں تیرہ آیات اور دو رکوع ہیں۔ اس سورۃ پاک میں ان مومن خواتین کا ذکر ہے جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئی تھیں، ان خواتین کا یہ ہجرت کرنا، گھر بار چھوڑنا ان کا ایک امتحان تھا، اسی نسبت سے اس سورۃ کا نام "الممتحنہ" رکھا گیا۔ اس سورۃ کے بارہ میں یہ بھی کہا گیا ہے یہ سورت ام کلثوم بنت معبط کے سبب سے نازل ہوئی ہے کہ ان کا امتحان لیا گیا تھا، یہ سورۂ پاک مدنی ہے اس سورۃ پاک کے اترنے کا سبب یہ بنا جب حضور ﷺ نے مدینہ منورہ سے مکہ کیلئے روانگی کی تیاری فرمائی تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے مکہ مکرمہ میں اپنے رشتہ داروں کو بذریعہ خط اطلاع دی کہ حضور لشکر کے ساتھ مکہ مکرمہ آرہے ہیں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا یہ خط پکڑا گیا، آپ نے یہ خط کسی اسلام دشمنی کی بناء پر نہیں لکھا بلکہ صرف اپنے بال بچوں کے خیال کیلئے لکھا، یہ خط ایک سردار کے نام تھا کہ بچوں کا خیال کرے۔ [1]

حضور ﷺ نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) [2] سے فرمایا کہ جاؤ ایک خاتون خط لئے مکہ جارہی ہے اس سے خط لے لو، آپ نے اس خاتون سے خط لے لیا اور بارگاہ رسالت میں پیش کیا، اس خط کے ملنے پر صحابہ کرام پریشان ہوئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلتعہ کو سزا دینے کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا عمر! یہ صحابی بدری ہے، میدان بدر میں ہمارے ساتھ رہا، ابن ابی بلتعہ کو بلا کر تحقیق کریں گے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کو بلایا گیا ان کے بیان پر مقدمہ ختم ہو گیا، کہ ان کا مقصد اسلام دشمنی کی بناء پر اطلاع دینا نہ تھا بلکہ صرف اپنے بال بچوں کے خیال کیلئے تھا، یہ خط حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مقام خاخ پر اس عورت سے لیا۔ [3]

اس سورۃ پاک میں کفار رشتہ داروں کی دوستی کی ممانعت میں آیات کا نزول ہوا، اس سورت میں یہود سے دوستی رکھنے کی ممانعت کر دی گئی ہے، اس سورت میں جو مسلم خواتین ہجرت کر کے آئی ہیں اُن سے احکام شرعیہ پر بیعت لئے جانے کا ذکر ہے کہ وہ احکام شرعیہ پر پابندی سے عمل کریں۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

---

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 557/22
نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 434/3

2 حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں۔ نابالغ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں تمام غزوات میں شریک رہے۔ اور حیدر کرار کے نام سے پکارے اور لکھے جاتے ہیں۔ آپ اسلام کے چوتھے خلیفہ تھے۔ آپ نے 661 عیسوی میں 62 سال کی عمر میں وفات پائی۔

3 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 563/2

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّیۡ وَعَدُوَّكُمۡ اَوۡلِیَآءَ تُلۡقُوۡنَ اِلَیۡهِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ وَقَدۡ كَفَرُوۡا بِمَا جَآءَكُمۡ مِّنَ الۡحَقِّ ۚ یُخۡرِجُوۡنَ الرَّسُوۡلَ وَاِیَّاكُمۡ اَنۡ تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ رَبِّكُمۡ ؕ اِنۡ كُنۡتُمۡ خَرَجۡتُمۡ جِهَادًا فِیۡ سَبِیۡلِیۡ وَابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِیۡ ٭ۖ تُسِرُّوۡنَ اِلَیۡهِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ ٭ۖ وَاَنَا اَعۡلَمُ بِمَاۤ اَخۡفَیۡتُمۡ وَمَاۤ اَعۡلَنۡتُمۡ ؕ وَمَنۡ یَّفۡعَلۡهُ مِنۡكُمۡ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیۡلِ ① صدق اللہ العظیم

ایمان والو میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ وہ اس حق کا کفر کرتے ہیں جو تمہارے پاس آ چکا ہے، اور رسول کو اور تمہیں اس وجہ سے نکالتے ہیں کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لاتے ہو اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا طلب کرنے کیلئے نکلے ہو (تو ان سے دوستی نہ رکھو) تم انکی طرف دوستی کا خفیہ پیغام بھیجتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جس کو تم نے چھپایا اور جس کو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو ایسا کرے گا وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا (۱)

اللہ کے دشمنوں سے دوستی کی ممانعت

ان آیات مبارکہ میں کفار سے دوستی سے روکا گیا ہے کہ ان کی دوستی اسلام دشمنی ہے کفار کی راہ ٹیڑھی راہ ہے جس کے اسلام خلاف ہے، ان آیات مبارکہ کے علاوہ قرآن مقدس میں کئی اور مقامات پر ان کی دوستی سے منع کیا گیا ہے۔ سورۃ ہود شریف میں ہے "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار" اور ظالموں سے میل جول نہ رکھو ورنہ تمہیں بھی دوزخ میں جلنا ہو گا۔[1]

ایک اور مقام پر سورۃ المائدۃ میں بہت وضاحت سے یہود و نصاریٰ کی دوستی سے روکا گیا ہے، ارشاد ہوتا ہے " یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذو الیھود والنصاریٰ اولیائ" اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ۔[2]

---

1 هود،11:113

2 المائدة،5:51

اسی عنوان کا ایک اور ارشاد سورۃ آل عمران میں اس طرح ملتا ہے ، "لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المومنین" ایماندار مومنین کے علاوہ کافروں کو دوست نہ بنائیں۔[1]

اس آیہ کریمہ میں مسلمانوں کو سختی سے روکا گیا ہے کہ کافروں سے وہ بات کریں جو بظاہر محبت ہو اگرچہ حقیقت میں دوستی نہ ہو اگرچہ یہ آیات مبارکہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے حق میں نازل ہوئیں جنہوں نے حضور ﷺ کی مکہ مکرمہ پر فوجی تیاری کی اطلاع مکہ میں دی تھی کہ حضور ﷺ لشکر کے ساتھ آرہے ہیں، محتاط ہو جاؤ، حضرت حاطب کا یہ خط جو خاتون لے کر مکہ جارہی تھی، حضور ﷺ نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ مقام خاخ پر خاتون خط لے جارہی ہے اُس سے خط لے آؤ، آپ گئے، اُسے پکڑا خط کا پوچھا پہلے تو وہ انکار کر گئی مگر ذرا سختی پر اُس نے خط دے دیا جو حضور ﷺ تک پہنچایا گیا صحابہ اس پر برہم ہوئے حضرت عمر نے قتل کرنے کی اجازت چاہی، حضور ﷺ نے درگزر کا حکم دیا کہ یہ بدر میں ساتھ رہا، حضرت حاطب کو بلا کر وضاحت طلب کی گئی تو ان کی وضاحت پر مقدمہ ختم ہو گیا کہ حضور! یہ اطلاع اسلام دشمنی کیلئے نہ تھی (معاذ اللہ) محض بچوں کے احساس کیلئے تھی، اگرچہ یہ آیات حضرت حاطب کیلئے ہیں مگر ساری ملت اسلامیہ مخاطب ہے، سب کو نصیحت ہے کہ ایسی غلطی سے بچیں، اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے نکلے ہو اور اس کی رضا کے طلب گار ہو تو کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ، تم بڑی رازداری کے ساتھ ان کی طرف پیغام لے جاتے ہو حالانکہ میں (اللہ تعالیٰ) تمام ظاہر چھپی چیزیں جانتا ہوں اور جو تم میں سے ایسا کرے وہ حق کی راہ سے بھٹک گیا۔[2]

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے کئی باتیں واضح ہوتی ہیں پہلی بات محض کسی کی تحریر پھر اس پر مقدمہ نہ چلایا جائے بلکہ اس سے وضاحت طلب کی جائے جیسے یہاں ہوا، یہ بھی پتہ چلا کہ مسلمانوں کا راز بتانے والا غلطی پر تو ہے مگر اسلام سے خارج نہیں۔ اس آیہ کے اُترنے پر حضرت حاطب خوش ہوئے کہ "یٰ ایھا الذین آمنوا" سے خطاب ہے کہ اسلام سے خارج نہیں کیا کہ "آمنوا" کا خطاب ہے۔ حضرت حاطب سے یہ غلطی ایک بار ہوئی تھی جسے معاف کر دیا گیا۔[3]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 آل عمران، 3:28
2 مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 65
3 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 22/562
مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/298

اِنۡ يَّثۡقَفُوۡكُمۡ يَكُوۡنُوۡا لَكُمۡ اَعۡدَآءً وَّيَبۡسُطُوۡۤا اِلَيۡكُمۡ اَيۡدِيَهُمۡ وَاَلۡسِنَتَهُمۡ بِالسُّوۡٓءِ وَوَدُّوۡا لَوۡ تَكۡفُرُوۡنَ ؕ﴿۲﴾ لَنۡ تَنۡفَعَكُمۡ اَرۡحَامُكُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُكُمۡ ۚ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ۚ يَفۡصِلُ بَيۡنَكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۳﴾ صدق اللہ العظیم

اگر وہ تم پر قابو پالیں تو وہ تمہارے (کھلے) دشمن ہوں گے اور وہ برائی کے ساتھ تمہارے خلاف دست درازی اور زبان درازی کریں گے اور وہ یہ خواہش کریں گے کہ کاش ! تم کافر ہو جاؤ (۲) تمہاری رشتہ داری اور تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہیں ہر گز نفع نہیں دے گی اللہ تمہارے درمیان جدائی کر دے گا اور اللہ تمہارے کاموں کو اچھی طرح دیکھنے والا ہے (۳)

تمام رشتہ داریاں قیامت میں ختم

اس آیہ مبارکہ میں کفار کی ایک حالت کو بیان فرمایا جارہا ہے کہ اگر وہ تم پر کسی طرح فتح پالیں تو وہ تمہارے خلاف سخت قدم اُٹھائیں گے اور دشمنی کا سخت مظاہرہ کریں گے، وہ تمہیں قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے اور گالی گلوچ سے بھی تمہیں تنگ کریں گے اور طرح طرح کے الزامات جھوٹی باتیں تمہاری طرف منسوب کریں گے، ان کے دلوں میں تمہارے لئے سخت حسد ہے، دشمنی کے جذبات میں تمہیں تباہ کرنے کے منصوبے ہیں وہ تمہارے ایمان کے سخت دشمن ہیں اگر ان کا بس چلے تو وہ تمہیں آنکھ جھپکنے میں نیست و نابود کردیں۔[1]

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ سے جو کام ہو گیا انہوں نے اپنے بال بچوں کی محبت میں اہل مکہ کو خط لکھا کہ محتاط ہو جاؤ اسلامی لشکر آرہا ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا قیامت کے دن بال بچوں رشتہ داروں اور عزیزوں دوستوں کی محبت کام نہ آسکے گی، ہر شخص کو اپنے کیئے کی سزا ملے گی، اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا کہ تم ایک دوسرے سے بھاگ جاؤ گے اور کوئی کسی کا حامی نہیں ہو گا۔ قرآن مقدس نے اس عنوان کو ایک دوسرے مقام پر اس طرح فرمایا ہے، ہر بندہ اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے اپنے باپ سے اپنی بیوی سے اپنے بچوں سے بھاگے گا۔ افراتفری کے عالم میں مبتلا ہوں گے، اس سے ڈرایا جارہا ہے۔ واقعہ حضرت حاطب ابی بلتعہ کا ہے کہ جس اولاد کیلئے تم نے کوئی کام کیا وہ اولاد قیامت کے دن کام نہ آئے گی۔[2]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيۡبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلۡقِهٖ

1 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 3/434
عبد الرحمن بن علی (المتوفی 597ھ)، تفسیر زاد المسیر، ص 4/266
2 عبس

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝

صدق اللہ العظیم

تمہارے لئے ابراہیم اور ان کے اصحاب میں بہترین نمونہ ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا ہم تم سے بیزار ہیں اور اُن سے جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو ہم نے تم سب کا انکار کیا ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کیلئے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا، حتی کہ تم ایک خدا پر ایمان لے آؤ مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے یہ کہنا میں تمہارے لئے ضرور مغفرت طلب کروں گا اور میں اللہ کے مقابلہ میں تمہارے لئے کسی چیز کا مالک نہیں، اے ہمارے رب! ہم نے تجھ پر ہی توکل کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے (۴)

اُسوہ سیدنا ابرہیم علیہ السلام

اس سے پہلی آیات مبارکہ میں حکم تھا کہ کفار کو دوست نہ بناؤ، ان سے پیار و محبت کے تعلقات سے روک دیا گیا تھا، اس آیہ پاک میں کفار سے دوستی نہ کرنے کے عنوان کو دلیل سے مضبوط فرمایا جارہا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے صحابہ نے اپنی کافر قوم سے بیزاری کا اظہار کیا سارا خاندان مشرکین کا تھا، انہوں نے سب سے بیزاری کا ہی نہیں بلکہ عداوت کا اعلان کیا تھا اور بتلایا تھا کہ جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور شرک سے باز نہیں آتے ہمارے تمہارے درمیان بغض و عداوت کی دیوار حائل رہے گی، اس آیہ پاک پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کو اسوۂ حسنہ فرمایا گیا ہے اور مسلمانوں کو ان کی سنت پر چلنے کی تاکید ہے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ثابت ہے کہ انہوں نے اپنے باپ کیلئے دعاء مغفرت فرمائی تھی کوئی دلیل بنا سکتا تھا کہ مشرکین کیلئے دعا مغفرت جائز ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جو اپنے باپ آزر سے فرمایا تھا کہ میں دعا کروں گا آپ کو اس قول کی اتباع سے روک دیا گیا ہے کہ مشرکین کیلئے دعاء مغفرت ممنوع ہے، جب

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو آپ خود بھی اس سے بیزار ہو گئے اور مغفرت کی دعا بھی نہیں کی، البتہ جو ان کے حقیقی والد تھے ان کیلئے دعاء مغفرت کی ہے، آزر آپ کا حقیقی باپ نہ تھا آپ کی پرورش کی تھی، آپ اس کے پاس رہے اس بناء پر باپ مشہور ہوا۔[1]

"فلما تبین لہ انہ عدو للّٰہ" جب ابراہیم علیہ السلام پر ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو آپ نے اس سے بیزاری کا اعلان کر دیا اور فرمایا تم سے بیزار ہوں ہمارے تمہارے درمیان ہمیشہ کیلئے بغض پیدا ہو گیا،[2]

بڑا واضح اعلان کر دیا کہ کفار سے خونی رشتے تعلقات دوستیاں بھائی چارے سب ختم ہیں، اس سے واضح ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی ایک بات کی اتباع نہیں وہ یہ کہ آپ نے جو کافر باپ آزر کیلئے دعاء مغفرت کی تھی۔ اور فرمایا میں تمہارے لئے اللہ کے سامنے کسی نفع کا مالک نہیں اور پھر بارگاہِ قدس میں عرض کی اے اللہ ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی طرف پلٹنا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞٥ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۞٦

صدق اللہ العظیم

اے ہمارے رب ہمیں کافروں کیلئے آزمائش نہ بنا اور اے ہمارے رب ہماری مغفرت فرما بے شک تو ہی بہت غالب ہے بے حد حکمت والا ہے (۵) بے شک تمہارے لئے ان میں اچھا نمونہ ہے، ان کیلئے جو اللہ سے ملاقات کی اُمید رکھتے ہیں اور روزِ آخرت سے اور جس نے ان کافروں کو دوست بنایا تو بے شک اللہ ہی بے نیاز اور لائق حمد ہے (٦)

---

1 محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص 56/18
عبد اللہ بن عمر (المتوفی 685ھ)، تفسیر بیضاوی، ص 205/5

2 مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 199/2
عبد الرحمن بن محمد (المتوفی 327ھ)، تفسیر ابن ابی حاتم، ص 1895/6

کفار کے غلبہ سے بچنے کی دعا

ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کے واقعہ کو ذکر فرمانے کے بعد دعا کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ کسی بھی قوت ہمت کے اظہار پر خود پر نازاں ہونے کی بجائے اللہ رب العزۃ جل مجدہٗ کے حضور عجز و انکساری کا اظہار اور اسی کی طرف توجہ کی ضرورت ہے، اے اللہ ! ہمیں کفار کیلئے فتنہ نہ بنادے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ[1] فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے اے اللہ ! ہم پر کفار کو غلبہ نہ دینا، اس لئے کہ کفار کا مومنوں پر غالب ہو جانا غلط فہمی پیدا کر سکتا ہے کہ کفار حق پر ہیں، اس لئے غالب ہو گئے اس فتنہ کا بھی ڈر ہے کہ کمزور ایمان مسلمان کفار کے غلبہ کو کفار کے حق ہونے کو دلیل نہ بنالیں، فتنہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ مسلمان کسی تکلیف سے پریشان ہو کر کوئی ایسا قدم نہ اُٹھا بیٹھیں جو اسلام پر بدنما داغ بن جائے اور کئی قسم کے فتنے ہو سکتے ہیں، بہر حال یہ دعا بہت جامع ہے جو سکھائی جارہی ہے، بندوں کو اپنے رب کی طرف متوجہ کرنے کی دعا ہے، بندوں کو اپنے پر ناز نہ کرنے کا درس ہے، بندوں کو سکھایا جارہا ہے مشکلات میں مصائب میں دل برداشتہ نہ ہوں اپنے پروردگار سے لو لگائیں وہی کارساز ہے اس طریق کار سے فائدہ وہی اٹھا سکتا ہے جس کا ایمان ہے کہ قیامت کا دن آئے گا اور اُسے رب قدوس کے حضور حاضر ہونا ہے اور اپنے کئے پر جواب دینا ہے اور جو ان عقائد اور نظریات سے پھر گیا، اس حق کا انکار کر دیا تو اللہ بے نیاز ہے۔[2]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷﴾ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ

عنقریب اللہ تمہارے درمیان اور تمہارے دشمنوں کے درمیان محبت پیدا فرمادے گا اور اللہ بہت قادر ہے اور اللہ بہت بخشنے والا ہے بے حد رحم فرمانے والا ہے (۷) اللہ تمہیں ان کے ساتھ نیکی کرنے

1 آپ کا نام عبداللہ اور کنیت ابو العباس تھی۔ آپ ہجرت سے تین سال قبل شعب ابی طالب کی محصوریت میں پیدا ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال کر دعا فرمائی۔ آپ 68 ہجری میں مدینہ منورہ میں انتقال کر گئے۔

2 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 569/22
عبد الحق بن غالب (المتوفی 542ھ)، تفسیر المحرر الوجیز (ابن عطیہ) ص 296/5
محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، تفسیر کبیر، ص 519/8

يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ⑧



اور انصاف سے برتاؤ کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین کے بارہ میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں گھر سے نہیں نکالا ، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے (۸)

اسلام کی تاثیر

پچھلے ارشادات کی روشنی میں مسلمانوں نے کفار سے اپنے تعلقات ختم کر لئے ، رشتہ داریاں توڑ دیں ، ایمان داروں میں کفار سے اس قدر نفرت پیدا ہو گئی کہ اسلام کیلئے جانوں کے نذرانے پیش کرنا کوئی مشکل مسئلہ نہ تھا ، ایسی قربانی کیلئے ذرا ہچکچاہٹ نہ تھی ، سر دینے کو فخر جانا جاتا تھا ۔ اس آیہ پاک میں اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے مسلمانوں کو ایک خوشخبری سنائی ہے کہ عنقریب ایسا وقت آئے گا کہ کفار اسلامی نظریات و عقائد سے متاثر ہو کر اسلام قبول کریں گے ، اُن کے اس عمل سے وہ نفرت جو اس وقت تمہارے اور ان کے درمیان ہے ختم ہو جائے گی ۔ اسلام کے بارہ میں جو جذبہ اخلاص ، ایثار تمہارے اندر موجود ہے یہی کیفیت انہیں بھی نصیب ہو گی ، اور تم دونوں الگ ہو کر اسلامی خدمات سر انجام دو گے ، اور یہ منظر حسین ترین منظر ہو گا بالآخر دنیا نے دیکھا اسلام کس طرح تیزی کے ساتھ دنیا پر چھا گیا ، مدینہ منورہ کی چھوٹی سی ریاست نے قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں میں تہلکہ مچا دیا ، صرف دس سال کے اندر اسلام دس لاکھ مربع میل پر چھا گیا ۔

چنانچہ فتح مکہ کے بعد بہت سے کافر اسلام لے آئے اور مسلمانوں کے ساتھ مل جل کر رہنے لگے جیسے سفیان ابن حرب ، حارث ابن ہشام ، سہیل ابن عمر اور حکیم ابن حزام وغیرہ چنانچہ ان تعلقات کے سبب پھر وہ پرانے تعلقات بحال ہو گئے ۔ اگلی آیہ کریمہ میں ان کفار سے اچھے تعلقات کی اجازت دی جا رہی ہے جنہوں نے مسلمانوں سے نہ جنگ کی اور نہ ہی جلا وطن کیا ۔[1]

حضرت ابو بکر کی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنی ماں کو گھر آنے سے روک دیا تھا کہ وہ اسلام نہ لاتی

---

1 قاضی محمد ثناء اللہ (المتوفی 1225ھ)، تفسیر مظھری، ص4/ 171
عبد الرحمن بن ابی بکر (المتوفی 911ھ)، تفسیر در منشور ، ص4/ 223
محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی ، ص8/ 179

تھیں یہ خبر بارگاہ رسالت میں پہنچی آپ نے حضرت اسماء سے فرمایا کہ وہ اپنی ماں کو گھر آنے دے اور اس سے اچھا سلوک کرے، آیہ کریمہ میں فرمایا گیا جن کفار نے تمہارے ساتھ جنگ نہیں لڑی تمہیں جلاوطن نہیں کیا اُن سے سختی قطع تعلّقی جبر و تشدد انصاف کے خلاف ہے، اُن سے انصاف کرو اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔[1]

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝٩ صدق اللہ العظیم

اور اللہ تمہیں صرف اُن لوگوں سے روکتا ہے جنہوں نے تمہارے ساتھ دین کے معاملہ میں جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا یا تمہارے نکالنے میں لوگوں کو مدد دی کہ تم انہیں دوست بناؤ اور جو ایسے (لوگوں) کو دوست بناتے ہیں وہ ظالم ہیں (۹)

کفار مشرکین کی محبت ظلم کی علامت

آیہ مبارکہ میں ایسے لوگوں کو ظالم فرمایا گیا جو کفار و مشرکین سے محبت و پیار کرتے اور وہ کفار و مشرکین اسلام سے دشمنی رکھتے ہیں کفار و مشرکین سے انداز محبت اسلام کیلئے بھی نقصان دہ اور خود ان کیلئے بھی تباہی کا سبب ہے، ایسے سیدھے سادے لوگ کفار و مشرکین سے مطمئن رہتے ہیں ایسے لوگوں کے ذہن میں یہ بات پکی آجانی چاہئے، کفار جب بھی تمہیں غافل پائیں گے اور انہیں موقعہ ملے گا تو تم پر حملہ سے دریغ نہیں کریں گے ایسے لوگ جو کفار سے یارانہ رکھتے ہیں اور ان کی سازشوں سے غافل ہیں یہ لوگ اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہیں، اُن کا یہ طریقہ قرآن مقدس کے اس ارشاد کے بھی خلاف ہے جس میں ارشاد ہے ظالموں کے ساتھ بیٹھنا بند کرو۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

---

1 احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 9/294
محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، تفسیر کبیر، ص 29/521

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ
مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ
فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى
الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ
وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ
تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا
تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ
وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ
بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ
مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا
الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ؕ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

صدق اللہ العظیم

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایماندار عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو آزما لیا کرو اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے اگر تمہیں ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو پھر انہیں کفار کی طرف مت لوٹاؤ، وہ (ایماندار عورتیں) کفار کیلئے حلال ہیں اور نہ وہ (کفار) ان (ایمان دار عورتوں) کیلئے حلال ہیں اور تم کفار کو وہ مال دے دو جو انہوں نے اُن (ایماندار عورتوں پر) خرچ کیا ہے ان (ایماندار عورتوں) سے نکاح کرنے میں تمہیں کوئی حرج نہیں جب تم ان کے مہر ادا کر دو اور (اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رکھو اور جو تم نے ان کے مہر میں خرچ کیا ہے وہ کافروں سے طلب کر لو اور کافروں نے جو خرچ کیا ہے وہ تم سے طلب کر لیں یہ اللہ کا وہ حکم ہے جس کا وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ بہت علم والا ہے حکمت والا ہے (۱۰) اور اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے کچھ عورتیں کافروں کی طرف نکل جائیں، پھر تم کافروں کو سزا دو تو جن کی عورتیں جاتی رہی تھیں، غنیمت میں سے اُن کو اتنا دے دو جو اُن کا خرچ ہوا تھا اور اللہ سے ڈرو جس پر تمہیں ایمان ہے (۱۱)

معاہدہ صُلح حدیبیہ

اس آیہ مبارکہ کا شان نزول یہ ہے صلح حدیبیہ کے موقع پر ایک معاہدہ ہوا تھا کہ اگر کفار کا کوئی بندہ مسلمان ہو کر مدینہ آجائے گا تو کفار اُسے واپس لیجا سکیں گے، اگر کوئی مسلمان کفار کے ہاں مکہ میں آگیا تو مسلمان اُسے واپس نہیں لے جا سکیں گے، اس معاہدہ پر صحابہ کرام میں پریشانی بھی پھیلی مگر حضور ﷺ کے اس ارشاد پر کہ میں نے نبی کی حیثیت سے وعدہ کر لیا ہے، خلاف نہیں ہو سکتا، چنانچہ مکہ سے آنے والے ایک شخص ابو بصیر کو واپس کر دیا گیا اسی دوران کچھ عورتیں بھی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آئیں، عقبہ کی بیٹی ام کلثوم، امیمہ بشیر کی بیٹی، سبیعہ حارث کی بیٹی یہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گئیں، اب ان خواتین کو واپس لینے کیلئے لوگ مدینہ منورہ آئے تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی کہ اگر مسلمان عورتیں ہجرت کر کے تمہارے پاس آجائیں تو ان کی اچھی طرح تسلی کر لو اگر ان کے آنے کا مقصد اپنے ایمان کا تحفظ ہے تو واپس نہ کرو۔ عورتوں کا واپس کرنا معاہدہ میں شامل ہی نہ تھا، جیسے کہ بخاری شریف میں اس معاہدہ کی تحریر کے الفاظ یہ ہیں" لایاتیك منا رجل " اگر ہم میں سے کوئی آدمی مسلمانوں کے ہاں جائے گا تو اسے واپس کرنا ہو گا۔[1]

رجل کا لفظ زبردست دلیل ہے کہ مسلمانوں کا عورتیں واپس نہ کرنا معاہدہ کے خلاف نہیں، معاہدہ میں یہ الفاظ سہیل ابن عمر نے لکھ دیئے جو اپنی جماعت کا ذمہ دار فرد تھا۔ حکم ہوا تحقیق کر لو اگر وہ مومنات ہیں تو واپس نہ کرو اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی تکلیف یا گھر کے کسی مسئلہ کے پیش نظر مکہ سے مدینہ آئے تو اُسے واپس کر دو، اس آیہ مبارکہ سے پہلے مسلمانوں اور کافروں کے درمیان باہمی ازدواجی تعلقات جائز تھے مگر آیہ میں پابندی لگا دی گئی کہ کوئی مومن کسی کافر خاتون سے نکاح نہیں کر سکتا اور کوئی مسلمان خاتون کسی کافر سے رشتہ وابستہ نہیں کر سکتی۔ ان آیات مبارکہ میں ایک اور حکم فرمایا گیا جو مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آجائیں تو اسلامی حکومت پر لازم ہے کہ ان کے شوہروں نے جو حق مہر انہیں دیا تھا وہ بیت المال سے واپس کر دیا جائے۔[2]

---

1 حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص 5/ 75
اسماعیل بن عمر (المتوفی 744ھ)، تفسیر ابن کثیر، ص 8/ 120
قاضی محمد ثناء اللہ (المتوفی 1225ھ)، تفسیر مظہری، ص 9/ 266

2 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 3/ 439
مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/ 304

ان آیات مبارکہ میں " لاتمسکوا " کے ارشاد سے ایک اور حکم دیا گیا ہے کہ آج سے پہلے جو کافر عورتیں تمہارے نکاح میں تھیں اُنہیں آزاد کرو، روکے مت رکھو، انہیں آیات مبارکہ میں یہ بھی فرمایا گیا ہے اگر تمہاری بیویاں دارُالکفر میں رہ گئیں تو تم نے جو انہیں مہر دیا تھا اس کا مطالبہ اُن سے کر سکتے ہو، ان آیات مبارکہ میں ایک مسئلہ یہ بھی فرمایا گیا کہ اگر کوئی شخص اسلام لا کر ہجرت کر جائے اور اس کی بیوی کفر کی حالت میں واپس رہ جائے تو کفار کو چاہئے کہ وہ اس عورت کا حق مہر اس کے مسلمان خاوند کو واپس کر دیں۔[1]

وَصلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِىْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑫ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَىِٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَىِٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ⑬ صدق اللہ العظیم

اے نبی (مکرم !) جب آپ کی خدمت میں ایماندار عورتیں حاضر ہوں تا کہ آپ سے بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گی چوری نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی، اپنے بچوں کو قتل نہیں کریں گی، جھوٹا الزام نہیں لگائیں گی، اپنے ہاتھوں پاؤں کے درمیان آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی، کسی نیک کام میں، تو آپ انہیں بیعت کر لیں اور اللہ سے ان کیلئے معافی مانگیں بے شک اللہ غفور ہے رحیم ہے (۱۲) اے ایمان والو ! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جن پر اللہ نے غضب فرمایا ہے یہ آخرت کے (ثواب) سے محروم ہو گئے جیسے کفار قبروں والوں سے مایوس ہو گئے ہیں (۱۳)

1 محمد بن احمد (المتوفی 671ھ) تفسیر قرطبی، ص 18/ 67
محمود بن حمزہ (المتوفی 505ھ)، تفسیر غرائب التفسیر و عجائب التاویل، ص 2/ 1205

خواتین کا حضور ﷺ کی بیعت کرنا

اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ سے فرمایا گیا ہے محبوب کریم! جب عورتیں آپ کے پاس آئیں کہ آپ سے اس عہد پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی، چوری نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اور جھوٹا الزام نہیں لگائیں گی۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو خواتین بھی بیعت کیلئے حاضر ہوئیں حضور ﷺ نے عورتوں سے بیعت لینے کیلئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا چنانچہ مذکورہ باتوں پر بیعت لی گئی، ان خواتین سے پکا وعدہ لیا گیا کہ وہ ان باتوں پر عمل کریں گی، حضور ﷺ نے بھی خواتین سے بیعت لی مگر کسی خاتون سے مصافحہ نہیں فرمایا۔

کبھی زبانی عہد لے کر بیعت لی کبھی کپڑا پکڑ کر بیعت کی، کبھی پانی کے پیالہ میں اپنا ہاتھ ڈالا پھر خواتین سے پیالہ میں ہاتھ رکھوادیا، خواتین سے کئے گئے عہد میں قتل کا بھی ذکر ہے کہ وہ اپنے بچوں کو قتل نہیں کریں گی ۔ دور جاہلیت میں لوگ اپنی بچیوں کو زندہ درگور کردیتے تھے کہ بڑی ہوگی تو ہمارا داماد ہوگا کبھی بھوک کے خطرہ سے مار ڈالتے، اس عہد میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ وہ حضور ﷺ کے اس حکم کی نافرمانی نہیں کریں گی، خواتین کی بیعت کے موقعہ پر ایک خاتون کی بیعت کا دلچسپ واقعہ ملتا ہے۔[1]

ابوسفیان کی بیوی ہندہ بھی حاضر ہوئی، جب حضور ﷺ نے فرمایا کہ چوری نہیں کروگی تو ہندہ نے کہا میں اپنے شوہر کے مال سے کچھ لے لیا کرتی ہوں نہ معلوم صحیح ہے یا نہیں، ابوسفیان ساتھ کھڑے تھے کہا آج تک تونے جو کچھ لیا حلال ہے، ہندہ منہ ڈھانپ کر حاضر ہوتی تھی کہ حضور پہچان نہ لیں، حضور ﷺ نے پہچان کر فرمایا تو عتبہ کی بیٹی ہندہ ہے، عرض کی ہاں یارسول اللہ، حضور ﷺ نے فرمایا تم زنا نہیں کروگی تو پھر ہندہ بولی کیا آزاد عورتیں بھی ایسا کرتی ہیں، جب حضور ﷺ نے فرمایا تم اولاد قتل نہیں کروگی تو ہندہ پھر بولی ان بچوں کے باپوں کو تو آپ نے قتل کیا، ان بچوں کیلئے ہمیں نصیحت کر رہے ہیں، ہندہ نے حضور ﷺ کے ارشادت پر اپنے انداز میں طنز کیا حضور ﷺ شفیق ہیں رحیم ہیں آپ نے اس کی کسی بات پر ناراضگی یا سختی کا اظہار نہیں فرمایا۔[2]

---

1 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 3/440
مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/306
اسماعیل بن مصطفیٰ (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 9/487
2 احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 9/297

حضور ﷺ سے فرمایا گیا جو خواتین عہد قبول کر لیں ان کیلئے اللہ سے معافی مانگیں اللہ غفور ہے رحیم ہے۔ ان آیات مقدسہ کے آخر میں پھر ایک مرتبہ حکم دیا جا رہا ہے کہ جن لوگوں پر اللہ کا غضب ہوا، انہیں دوست نہ بناؤ، انہیں آخرت میں کسی ثواب کی اُمید نہیں یہ ایسے نا اُمید ہو گئے جیسے قبروں میں پڑے کفار اپنی بخشش سے مایوس ہو گئے ہیں۔ [1]

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کمزوری بڑھاپے کے باوجود سورۃ الممتحنہ کا ترجمہ، مختصر تفسیر لکھی گئی، اللہ کرے زندگی ختم ہونے سے پہلے باقی تفسیر بھی مکمل ہو۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

1 مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/306
محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، تفسیر کبیر، ص 29/523

سورۃ الصّف

اس سورۃ پاک میں چودہ آیات اور دو رکوع ہیں۔ اس سورۃ پاک میں منکرین اسلام سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے، اللہ کی راہ میں قربانیاں دینے اور احکام شرعیہ پر عمل کرنے کا عظیم ثواب بیان کیا گیا ہے، اس سورۃ پاک میں اللہ کی نافرمانی اور دین میں تفرقہ بازی سے روکا گیا ہے، اس سورۃ پاک میں بتایا گیا ہے سب سے بڑی سعادت اور کامیابی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے اور اللہ کی راہ میں مال جان قربان کرنا ہے، اس سورۃ میں بتایا گیا ہے جب کفار سے لڑنے کیلئے جہاد کا رُخ کرو تو صفیں باندھ لو اور سیسہ پلائی دیوار بن جاؤ کہ دشمن رُسوا ہو کر مار کھا جائے۔ اس سورۃ پاک میں اسلام کے مکمل غلبہ کی بشارت دی گئی ہے کہ آندھیاں کتنی ہی تیز کیوں نہ ہوں اللہ کے اس روشن چراغ کو بجھا نہیں سکتیں۔ اس سورۃ پاک میں مسلمانوں کو ایسے کاروبار سے آگاہ کیا گیا ہے جس میں نفع ہی نفع ہے وہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور دین کی سر بلندی کیلئے قربانیاں پیش کرو۔ اس سورۃ پاک کے آخر میں ایمانداروں کو دعوت دی گئی ہے کہ حوصلہ وہمت سے دین کی حمایت کیلئے آگے بڑھیں اور کامیاب ہوں۔ [1]

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ② كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ

زمین و آسمان کی ہر شئی اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے وہی سب پر غالب ہے وہی حکمت والا ہے (۱) اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو (۲) اللہ کے نزدیک بہت بری بات کہ تم ایسی بات کہو جو کرتے نہیں ہو (۳) بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صفیں باندھ کر لڑتے ہیں

---

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 606/22
مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 313/4
نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 442/3

مَّرْصُوْصٌ ﴿٤﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۭ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٥﴾ صدق اللہ العظیم

گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں (۴) اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم تم مجھے تکلیف کیوں دیتے ہو حالانکہ تمہیں یقین ہے کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں پھر جب اُنہوں نے ٹیڑھا پن اختیار کیا تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا (۵)

قول فعل میں ہم آہنگی کا حکم

سورۃ پاک کا آغاز ماضی کے صیغہ "سبّح" سے ہوا ہے جس کا معنی یہ ہے آسمانوں اور زمینوں نے اللہ کی تسبیح کی اور ایک اور مقام پر یہی عنوان مضارع کے صیغہ میں ہوا ہے،[1]

"یسبح لِلّٰہ مافی السموات" ایک اور مقام پر یہی عنوان امر کے صیغہ سے ہوا ہے[2]

"سبّح اسم ربك الاعلیٰ" تسبیح کرنے کے عنوان کو ماضی حال امر کے صیغوں سے بیان فرمانے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ کی تسبیح ماضی حال اور مستقبل ہر زمانہ میں ہوتی ہے کبھی منقطع نہیں ہوتی۔[3]

ابن زید کہتے ہیں یہ آیہ پاک منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو کہتے تھے اگر تم اللہ کے دشمنوں سے لڑو گے تو ہم بھی تمہارے ساتھ میدان میں جائیں گے اور جب مسلمان کفار سے مقابلہ کیلئے میدان میں نکلے تو یہ منافقین پیچھے ہٹ گئے اور مسلمانوں سے مل کر کفار کا مقابلہ نہ کیا اس صورت میں " آمنوا" کا خطاب منافقین کو ان کے ظاہری اعمال کے پیش نظر کیا گیا ہے ورنہ منافق حقیقتاً مومن نہیں۔[4]

بعض مفسرین نے کہا یہ آیہ ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جو کسی کام کی نذر مانتے ہیں اور پھر اس کو پورا نہیں کرتے، بات کہتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں کرتے اسی طرح اس آیت کے مصداق وہ علماء، خطباء مقررین بھی

---

1 محمد بن جریر(المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص22/496
مقاتل بن سلیمان(المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص4/315
2 الجمعۃ، 62:1
3 التغابن، 1:64
4 الاعلیٰ، 1:87

ہیں جو لوگوں کو برائی سے روکتے ہیں مگر خود نہیں رُکتے، یہ ایک بڑا جرم ہے جس کی سزا کا ذکر حضور ﷺ کے ایک ارشاد سے واضح ہوتا ہے۔[1]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا معراج کی شب میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جس کے ہونٹ قینچی سے کاٹے جارہے تھے، پھر ٹھیک ہو جاتے پھر کاٹ دیئے جاتے میں نے جبریل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں، جبریل نے کہا یہ آپ کی اُمت کے خطباء ہیں جو کہتے ہیں اور کرتے نہیں، ایماندار کو چاہئے جو زبان سے کہتا ہے وہ کر کے دکھائے، زبانی دعوے کرنے والے لوگ عمل کے میدان میں بُری طرح ناکام ہوتے ہیں، لوگوں کو کہنے اور خود نہ کرنے کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی ناراضگی کا باعث ہے، سیسہ پلائی دیوار کی طرح صفیں باندھ کر کفار سے جنگ کرنے والوں سے اللہ محبت فرماتا ہے، ثابت قدمی کا درس دیا جارہا ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں جم کر ڈٹ کر رہیں۔[2]

اگلی آیہ کریمہ میں موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم سے شکوہ کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ لوگو مجھے تنگ کیوں کرتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو میں تمہاری طرف رسول ہوں قوم نے موسیٰ علیہ السلام کو تنگ کئی طرح کیا، موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرنا، ان کے اندر جسمانی نقص نکالنا، ایک عورت کا موسیٰ علیہ السلام پر بدی کا الزام لگانا، ہارون علیہ السلام کے قتل کا الزام لگانا، اُن کا یہ کہنا کہ خدا کو ظاہر باہر دکھائیں تو مانیں گے، ان کا ایک قسم کے کھانے پر صبر نہ کرنا، موسیٰ علیہ السلام سے کہا جائیں آپ اور آپ کا رب دشمنوں سے جنگ کرو، جب بھٹک گئے تو اللہ نے ان کے دلوں میں گمراہی پیدا کر دی یہ اس جرم کی سزا ہے جو انہوں نے اپنے رسول کی شان میں گستاخی کی تھی۔[3]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص 5/ 79
عبدالحق بن غالب (المتوفی 542ھ)، تفسیر المحرر الوجیز (ابن عطیہ) ص 5/ 301
محمد بن عبداللہ (المتوفی 1270ھ)، تفسیر روح المعانی، ص 14/ 277

2 احمد بن حنبل (المتوفی 241ھ)، مسند احمد، باب مسند انس بن مالک الرقم 12211 ص 19/ 244
ابوبکر بن ابی شیبہ (المتوفی 235ھ)، مصنف، ابن ابی شیبہ، باب حدیث المعراج حین اسری بالنبی ﷺ 36576 ص 7/ 335

3 محمد بن حموش (437ھ)، تفسیر الهدایة الی بلوغ النهایة، ص 11/ 7439
حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص 8/ 108

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ صدق اللہ العظیم

اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اُس رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہے اور جب وہ (رسول) دلائل لے کر ان کے پاس آگیا تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے (٦)

حضور ﷺ کی بابت بشارت عیسیٰ علیہ السلام

موسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا کہ آپ نے بنی اسرائیل سے فرمایا میں تمہارا رسول ہوں اور تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور اُس عظیم آنے والے رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا، اس کا نام احمد ہے، حضور ﷺ کے اسماء گرامی سے دو اسماء گرامی زیادہ واضح اور مشہور ہیں ایک محمد دوسرا احمد۔[1]

یہ دونوں مبارک نام قرآن مقدس میں موجود ہیں۔ بخاری و مسلم میں سیدنا جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ملتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا "ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی" میرے کئی نام ہیں میں محمد ہوں میں احمد ہوں میں حاشر ہوں لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہو گا،[2]

اسم محمد کے معنی ہیں جس کی بار بار حمد کیجائے، احمد کا معنی سب سے زیادہ حمد کرنے والا، اس نام پاک سے واضح ہوتا ہے،[3]

حضور ﷺ نے ہر نبی سے زیادہ اپنے رب کی حمد کی ہے، بلکہ یوں کہہ دیا جائے کہ حضور ﷺ کا غار سجدہ میں ایک سجدہ یا غار حرا کا ایک سجدہ کائنات بھر کے سجدوں پر حاوی ہے تو کوئی حرج نہیں، کہ آپ کا نام احمد ہے،[4]

---

1 عبداللہ بن عمر (المتوفی 685ھ)، تفسیر بیضاوی، ص 5/ 208
مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/ 316
2 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ الرقم 3532 ص 4/ 185
مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب فی اسمائہ ﷺ الرقم 2354 ص 4/ 1828
3 دوھبۃ بن مصطفی، تفسیر الوسیط، ص 4/ 292
4 جمال الدین بن محمد (المتوفی 1332ھ)، تفسیر قاسمی (محاسن التاویل)، ص 9/ 222

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشاد میں دو باتیں ہیں کہ وہ رسول میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہو گا، یہ دونوں باتیں حضور ﷺ کے بغیر کسی میں پائی نہیں جاتیں، آپ کے بعد کسی اور نے نہ نبوت کا دعویٰ کیا نہ احمد نام رکھا، [1]

باوجود اس کے کہ تورات انجیل، زبور تحریف کا زبردست نشانہ بن گئیں مگر پھر آج تک حضور ﷺ کی بشارات موجود ہیں، مثلاً یوحنا باب ١٦ میں واضح موجود ہے، آپ نے فرمایا" میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا وہ مددگار حضور ﷺ کی ذات گرامی ہے، اسی یوحنا انجیل کے چودھویں باب میں یہ بشارت موجود ہے، [2]

اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے اور میں باپ سے درخواست کروں گا وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے، وہ کون ہیں جو ابد تک ہمارے پاس رہنے والے ہیں، وہ سید الانبیاء احمد مجتبیٰ ہیں جو اپنے اصلی وطن معراج کی رات گئے ہیں اور آج تک قبر انور میں جلوہ گر ہیں، یوحنا کے اسی باب میں ایک اور بشارت اس طرح ملتی ہے، اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیوں کہ انبیاء کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں" میں نے پادریوں سے کئی مناظروں میں پوچھا کہ بتاؤ وہ کون ہے جو عیسیٰ علیہ السلام سے آگے ہے اور عیسیٰ علیہ السلام میں اس کا کچھ نہیں، مسیحی پادریوں سے یہ پوچھتے پوچھتے بوڑھا ہو گیا ہوں مگر جواب آج تک نہیں مل سکا چونکہ میں نے نور القرآن کو مختصر، سادہ اور عام فہم لکھنے کا فیصلہ کیا ہے اسی کے پیش نظر اس عنوان کو مختصر کیا ہے، الحمد للہ بشارات کے عنوان پر میں نے اپنی کتاب جلوۂ جاناں کے حصہ اول میں پچاس کے لگ بھگ بشارات لکھی ہیں اور وہ کتاب لکھے پڑھے پادریوں کو بھیج دی گئی ہے۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

1 عمر بن علی (المتوفی 775ھ)، اللباب فی علوم الکتاب، ص 19/53
2 انجیل مقدس

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۞ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۞ هُوَ الَّذِىْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۞ صدق اللہ العظیم

اور اس سے بڑا ظالم کون ہو گا جو جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان باندھتا ہے حالانکہ اس کو اسلام کی دعوت دی جاتی ہے اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا (۷) وہ اپنے مونہوں سے پھونکیں مار کر اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو (۸) وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار ہو (۹)

نور الٰہی کا اتمام

اس آیہ مبارکہ میں کفار کی ایک بری حرکت کا ذکر فرمایا جارہا ہے اس بری حرکت کرنے والے کو بدترین ظالم کہا جارہا ہے وہ شخص جھوٹ بول کر خدا پر بہتان باندھ رہا ہے، اس کا یہ کہنا کہ حضور ﷺ اللہ کے رسول نہیں ،اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو رسول بنا کر نہیں بھیجا، اس کے اس بدترین جرم کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے ایمان لانے کی توفیق نہیں دے گا، دوسری آیہ کریمہ میں ان کی ایک اور بری حرکت کا ذکر ہے کہ وہ خدا کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، ایک موقعہ حضور ﷺ پر چالیس دن وحی نازل نہ ہوئی تو کعب بن اشرف نے یہودیوں سے کہا تمہیں مبارک ہو محمد (ﷺ) پر جو وحی کا نور نازل ہوتا تھا وہ بجھ گیا ہے، اس کی اس بات سے حضور ﷺ غمگیں ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی، [1]

ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہودی اپنے اعتراضات سے قرآن کریم کو باطل کرنا چاہتے تھے، بعض نے کہا اس سے مراد اسلام ہے کہ وہ اسلام کو مٹانا چاہتے تھے، یہ معنی بھی کیا گیا ہے حضور ﷺ کو شہید کرنا چاہتے تھے، [2]

---

1 محمد بن عبد اللہ (المتوفی 1270ھ)، تفسیر روح المعانی، ص14/ 282

2 محمد بن حموش(437ھ)، تفسیر الھدایۃ الی بلوغ النہایۃ، ص4/ 2974

یہ آیہ کریمہ اس وقت نازل ہوئی جب جنگ اُحد میں مسلمانوں کو شدید پریشانی کا سامنا کرنا پڑا، جلیل القدر صحابہ شہید ہوگئے، لوگوں کے دلوں سے مسلمانوں کی ہیبت اُٹھ گئی، ایماندار پریشانی سے دوچار تھے اللہ تعالیٰ نے اس آیہ پاک کے ذریعہ مسلمانوں کو حوصلہ بخشا، ہمت سے نوازا پھر اسلام کی سربلندی کے نعرے لگے، بے حیائی لہو ولعب کے سارے اندھیرے چھٹ گئے، اللہ نے اپنے رسول کریم ﷺ کو دلائل و معجزات کے ساتھ بھیجا تاکہ اسلام تمام دینوں پر غالب ہو جائے اگرچہ مشرکین کو وہ کتنا ہی ناگوار گزرے۔ [1]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ صدق اللہ العظیم

اے ایمان والو! کیا تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے (۱۰) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو (۱۱) وہ تمہارے گناہ بخش دے گا تمہیں ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور نہایت پاکیزہ مکانات میں ہمیشہ جنتوں میں یہ بہت بڑی کامیابی ہے (۱۲) اور دوسری نعمت بھی جسے تم پسند کرتے ہو عنقریب اللہ کی طرف سے مدد اور فتح حاصل ہو گی، ایمانداروں کو خوشخبری سنادیں (۱۳)

مدد و نصرت اللہ کی طرف سے

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے ایمانداروں کو تجارت کی مثال دے کر حق کی طرف بلایا ہے جیسے تجارت میں نفع ہوتا ہے اور تاجر اپنی زندگی کو بہتر خوشگوار بناتا ہے ایمانداروں کو اس تجارت کا درس دیا جارہا

1 مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/316

ہے جس میں نفع ہی نفع ہے، نقصان کا تصور ہی نہیں تجارت میں کچھ لینا ہوتا ہے کچھ دینا، خریدنے والا کچھ دیتا ہے مالدار اس کے عوض میں چیز دیتا ہے ایمانداروں سے فرمایا گیا تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اپنے مالوں جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو، اس عظیم عمل کے بدلہ میں تمہیں ملے گا کیا؟ تمہارے گناہ معاف ہوں گے باغات میں داخلہ ہوگا وہ باغات ایسے حسین ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور یہ بڑی کامیابی ہے یہ سودا ایسا ہے جس میں نقصان کا تصور ہی نہیں۔ آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مالوں اور جانوں کو اپنی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا ہے جان دوگے تو تمہیں آخرت کی بہترین حیات نصیب ہوگی۔

آخرت کی نعمتیں اور جنت کے مکانات تو ملیں گے ہی ایک نعمت دنیا میں بھی ملنے والی ہے وہ اللہ کی مدد اس کے ذریعہ فتح قریب یعنی دشمنوں کے ممالک کا فتح ہونا، یہاں قریب اگر بمقابلہ آخرت لے لیا جائے تو بعد میں آنے والی عرب و عجم کی ساری فتوحات اس میں داخل ہیں، اگر قریب کا معنی عام لیا جائے تو پہلا موقعہ فتح خیبر ہے اس کے بعد فتح مکہ مکرمہ۔ فتح قریب کے متعلق فرمایا گیا 'تحبونہا'' یہ نقد نعمت تمہاری پسندیدہ اور محبوب ہے یہ معنی نہیں کہ آخرت کی نعمتیں محبوب نہ تھیں بلکہ مطلب یہ ہے آخرت کی نعمتوں کی طلب و محبت تو ظاہر ہی ہے مگر طبعی طور پر کچھ نقد نعمت دنیا میں بھی تمہیں مطلوب ہے وہ بھی عطا کی جائے گی۔[1]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰي عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿۱۴﴾

اے ایمان والو! اللہ کے (دین کے) مددگار بن جاؤ جس طرح عیسیٰ ابن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا تھا اللہ کی طرف (بلانے میں) میرا مددگار کون ہے؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں، پس بنی اسرائیل کا ایک طبقہ ایمان لے آیا اور ایک طبقہ کافر ہوگیا پھر ہم ایمان لانے والوں کی دشمنوں کے مقابلہ مدد کی، آخر وہ غالب رہے (۱۴)

صدق اللہ العظیم

1 قاضی محمد ثناء اللہ المتوفی 1225ھ، تفسیر مظہری، ص9/273

اللہ کی مدد کا مفہوم

پچھلی آیہ مبارکہ میں بھی ایمانداروں کو ایک حسین تجارت کا ذکر کر کے بتایا گیا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اپنی جانیں اور اپنے مالوں سے جہاد کریں تو بارگاہِ قدس سے انہیں انعامات سے نوازا جائے گا، اس آیہ پاک میں بھی اسی عنوان کو مثال دے کر فرمایا جارہا ہے تم اللہ کے دین کے ایسے مددگار بنو جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا کہ اللہ کے دین کے معاملہ میں میرا مددگار کون ہے تو حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں تو بنی اسرائیل سے ایک گروہ ایمان لے آیا اور دوسرے گروہ نے کفر کر دیا پھر ہم نے ایمان لانے والے گروہ کو اس کے دشمن کے مقابلہ میں کامیاب کیا اور وہ غالب رہے، عیسیٰ علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کو حق کی دعوت دی تو لوگ ایمان لے آئے، ضدی ہٹ دھرم لوگ انکار کر کے کافر ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی مدد کی اور وہ غالب رہے۔

آیہ مبارکہ میں دین کے خدمت گزاروں کو انصار اللہ کہا گیا کہ وہ اللہ کے مددگار ہیں، یہ ان کے اخلاص اور ان کی جاں نثاری کی قدر ہے کہ اس عظیم اور معزز لقب سے نوازے گئے، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پہلے پہلے خدام دھوبی تھے اسی لئے انہیں حواریون کہا گیا، پھر وفادار دوستوں کو حواری کہا جانے لگا۔ ایماندار لوگ تو پہلے ہی دین کے مددگار تھے، اب پھر حکم دیا گیا کہ مددگار ہو جائیں یعنی اپنی خدمات میں ثابت قدم رہیں اور ہمیشہ مدد کرتے رہیں، ایمانداروں کو حکم ہے کہ حضور ﷺ کی مدد اسی طرح کریں جیسے حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کی تھی، عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں نصاریٰ کئی گروہ بن گئے کسی نے خدا کہا کسی نے خدا کا بیٹا کہا ایک طبقہ نے کہا وہ اللہ کے رسول تھے اس کے بندے تھے یہی طبقہ حق پر تھا

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کمزوری بڑھاپے کے باوجود سورۃ الصّف کا ترجمہ مختصر سادہ تفسیر مکمل ہوئی اللہ کرے مرنے سے پہلے باقی پارے بھی مکمل ہوں۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

سورۃ الجمعہ

اس سورۃ الجمعہ کا ذکر حضور ﷺ کی زبان مبارک سے بارہا ہوا ہے، ایک حدیث شریف میں اس طرح ذکر ملتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا جمعہ دن میں قبولیت کی گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز ادا کیے جانے تک ہے اس حدیث کو ابو موسیٰ اشعری نے روایت کیا ہے[1]

اس دن کی عظمت ایک اور حدیث شریف سے اس طرح ملتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کیئے گئے، اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا اسی دن انہیں جنت سے باہر لایا گیا۔[2]

ایک اور حدیث شریف میں اس کی عظمت اس طرح بیان ہے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کیلئے آئے تو غسل کرے۔[3]

اس سورۃ پاک کے نزول کا زمانہ مدینہ منورہ کا ابتدائی دور ہے حضرت ابن عباس، ابن زبیر مجاہد عکرمہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے اس کی تائید میں بخاری شریف کی حدیث بھی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس روز بارگاہ رسالت میں حاضر تھا جس دن سورۃ جمعہ نازل ہوئی حضرت ابوہریرہ کی زندگی مدینہ منورہ میں ہے۔[4]

اس سورۃ پاک میں اللہ کی حمد اور تسبیح کے بعد حضور ﷺ کی جلوہ گری کی فضیلت کا ذکر ہے یہود کی مذمت کی گئی ہے جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھنے کو فرض قرار دیا گیا ہے، اس سورۃ پاک کی گیارہ آیات ہیں اور دو رکوع ہیں۔اس سورۃ پاک میں یہود کے اس خیال کو باطل قرار دیا گیا کہ یہ کوئی غیر اسرائیلی نبی نہیں بن سکتا اس میں فرمایا گیا نبوت اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرما دے۔[5]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب فی الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ الرقم 853 ص 2/ 584
سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ)، السنن ابوداؤد، باب الاجبۃ ایۃ ساعۃ ھی فی یوم الجمعۃ الرقم 1049 ص 1/ 276
2 مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب فضل یوم الجمعۃ الرقم 854 ص 2/ 585
محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ) جامع ترمذی، باب فی الساعۃ التی ترجی فی یوم الجمعۃ الرقم 491 ص 2/ 362
3 محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب ماجاء فی الاغتسال یوم الجمعۃ الرقم 492 ص 2/ 364
محمد بن یزید (المتوفی 273ھ)، سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی الغسل یوم الجمعۃ الرقم 1088 ص 1/ 340
4 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب فرض الجمعۃ الرقم 876 ص 2/2
حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر، بغوی، ص 5/ 82
5 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر، سمرقندی، ص 3/ 446
احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 9/ 305

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ الۡمَلِکِ الۡقُدُّوۡسِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۱﴾ ہُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡہِمۡ وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ ٭ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۲﴾ وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ ؕ وَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۳﴾ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۴﴾

صدق اللہ العظیم

اللہ (تعالیٰ) کی تسبیح بیان کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ چیز جو زمین میں ہے وہ بادشاہ ہے نہایت مقدس ہے غالب ہے حکمت والا ہے (۱) وہی اللہ جس نے اُمیّوں میں انہیں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو انہیں آیات پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور ان (کے دلوں) کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے گمراہی میں تھے (۲) اور دوسرے لوگوں کا بھی (تزکیہ کرتا) ہے جو ابھی انہیں نہیں ملے وہی سب پر غالب حکمت والا ہے (۳) یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اللہ (تعالیٰ) عظیم فضل والا ہے (۴)

حضور ﷺ تزکیہ نفس کرتے ہیں

قرآن مقدس کی جو سورتیں "سبّح" یا "یُسبّح" سے شروع ہوتی ہیں اُن کو "مسبحات" کہا جاتا ہے ،ان سب میں تمام زمین وآسمان اور جو کچھ اِن میں ہے سب کیلئے اللہ تعالیٰ کی تسبیح خوانی ثابت کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کاذرہ ذرہ اپنے صانع حکیم کی حکمت پر گواہی دیتا ہے یہی اس کی تسبیح ہے مگر مخلوق کی تسبیح کو لوگ سنتے نہیں،اسی لئے قرآن مقدس نے فرمایا" لکن لا تفقھون تسبیحھم" اللہ تعالیٰ کی تسبیح کے ذکر کے بعد صفات الٰہیہ کا ذکر فرمایا گیا کہ الملك ہے،القدوس ہے،العزیز ہے۔[1]

[1] بنی اسرائیل،17:44

الحکیم، ان صفات الٰہیہ کے بعد حضور ﷺ کی صفات مبارکہ کا ذکر فرمایا گیا ہے، آپ اُمیین کے رسول ہیں، آپ ان پر آیات تلاوت کرتے ہیں ان کے باطن کو صاف کرتے ہیں، انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں، ان ارشادات سے واضح معلوم ہو رہا ہے حضور ﷺ خود علم فضل، حکمت کے خزانوں کے مالک ہیں۔

آپ کا آیات تلاوت کرنا، باطن کو صاف کرنا، کتاب و حکمت کی تعلیم دینا آپ کے علم و فضل کی واضح دلیل ہے، آپ کا عظیم کام یہ بھی تھا آپ اُن لوگوں کے سامنے دلائل و معجزات پیش کرتے جن سے آپ کی نبوت ثابت ہوتی ہے یہ بھی عظیم صفت ہے کہ ان کے دلوں کو صاف کرتے ہیں جن پر بت پرستی، شرک کفر کی گندگی چھا چکی تھی، وہی لوگ اسلام کے جاں نثار بن گئے۔ حضور ﷺ کا انہیں کتاب اور حکمت سکھانا عظیم صفت ہے، اس کے بعد فرمایا اگرچہ وہ لوگ پہلے کھلی گمراہی میں تھے، ان صفات کے ذکر کے بعد فرمایا اور بعد والوں کو بھی جو ان پہلوں سے نہیں، اس کا معنی یہ ہوا حضور ﷺ صحابہ کے علاوہ قیامت تک اولیاء، علماء کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت فرماتے ہیں، اُن کے باطن صاف کرتے ہیں ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں فرمایا نبوت اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے دے اُس نے ہمارے رسول اللہ ﷺ کو نبوت کے ساتھ خاص فرمالیا۔[1]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝٥ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٦

صدق اللہ العظیم

ان کی مثال جنہیں توراۃ کا حامل بنایا گیا پھر انہوں نے اس کا بوجھ نہ اُٹھایا اس گدھے کی سی ہے جس نے بھاری کتابیں اٹھا رکھی ہوں اس سے بھی زیادہ بری حالت ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا اور اللہ (تعالیٰ) ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا (۵) (اے محبوب) آپ کہہ دیجئے! اے یہودا! گر تم دعویٰ کرتے ہو کہ صرف تم ہی اللہ کے دوست ہو اور لوگ نہیں ہیں اگر تم (اس دعویٰ میں) سچے ہو تو مرنے کی آرزو تو کرو (۶)

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 22/630

بے عمل عالِم کی مثال گدھے کی سی ہے

اس آیہ مبارکہ میں یہود کے ایک قبیح عمل کا ذکر فرمایا جارہا ہے جنہیں توراۃ جیسی اہم کتاب کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا کہ وہ اس پر عمل کریں توراۃ میں آنے والے رسول ﷺ کا واضح ذکر تھا اس آخر الزمان رسول پر ایمان لانے کی تاکید تھی۔ تورات استثناء باب ۳۳ میں آج بھی بشارت موجود ہے " اور اُس نے کہا خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکار ہوا اور کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا" تورات کے ایک پرانے نسخہ سے جو ۱۹۲۷ء میں چھپا، یہ عبارت اس طرح ہے " فاران ہی پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا"[1]

مگر یہود اپنی ہٹ دھرمی اور ضد کے پیش نظر حضور ﷺ پر ایمان نہ لائے ان کی سرکشی ضد کی وجہ یہ تھی کہ ان کا نظریہ تھا نبوت صرف بنی اسرائیل میں ہی ہے، بنی اسرائیل سے باہر کا کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا یہ محض تعصب تھا ان کی ہٹ دھرمی تھی، ان لوگوں کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر علم سے بھرپور کتابیں لاد دی گئی ہوں مگر وہ اس علمی بوجھ سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا رہا۔ گدھے سے تشبیہ اس لئے کہ گدھے میں دوسرے جانوروں کی نسبت جہل اور حماقت زیادہ ہے یہ دوسرے جانوروں کی نسبت زیادہ حقیر سمجھا جاتا ہے۔

انہیں توراۃ پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا تھا مگر عمل نہ کیا جن لوگوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا ان کا برا حشر ہے اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں فرماتا جس شخص نے آیات الٰہیہ کو جھٹلایا نہ مانا، وہ گدھے سے بھی برا ہے، گدھا تو عقل سے محروم تھا علم سے محروم تھا یہ بندہ علم عقل فہم کے ہوتے ہوئے آیات الٰہیہ کا انکار کر رہا ہے۔ اگلی آیہ مبارکہ میں فرمایا محبوب یہود سے کہئے اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں کہ ہم اللہ کے بڑے محبوب ہیں اللہ کے بیٹے ہیں ان کے بغیر کوئی جنت میں جا ہی نہیں سکے گا تو مرنے کی آرزو کریں، محبوب! وہ ایسا کبھی نہیں کریں گے کہ انہیں اپنے اعمال کی خبر ہے جو کچھ کیا جانتے ہیں [2]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 توراۃ

2 عبدالرحمن بن علی (المتوفی 597ھ)، تفسیر زاد المسیر، ص 4/281
عبداللہ بن عمر (المتوفی 685ھ)، تفسیر بیضاوی، ص 5/211

وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ⑦ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑧ صدق الله العظیم

اور وہ اپنے برے کردار کی وجہ سے کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے (۷) (اے محبوب) آپ کہئے جس موت سے تم بھاگ رہے ہو وہ تمہیں ضرور مل کر رہے گی پھر تم اس کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے جو ہر غیب وحاضر کے جاننے والا ہے پھر تمہیں خبر دے گا جو کچھ تم کرتے تھے (۸)

موت سے راہ فرار ناممکن

یہود کہتے تھے ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور ہم اُسے پیارے ہیں یہ بھی کہتے تھے یہود کے بغیر کوئی دوسرا جنت میں نہیں جاسکے گا اُن کے ان دعووں کو غلط قرار دیا جارہاہے اگر وہ اپنے دعوؤں میں صحیح ہیں تو موت کی تمنا کیوں نہیں کرتے ، حضور ﷺ نے فرمایا اگر وہ موت کی تمنا کرتے تو اُن میں سے ایک بھی زندہ نہ رہتا ان کا مرنا ، موت کی تمنا پر موقوف نہیں وہ لاکھ بچنے کی کوشش کریں بہر حال انہیں موت آئے گی اس وقت نہیں تو چند دن بعد موت کے اسباب سے بھاگنا یہ موت سے بھاگنا نہیں جیسے آگ سے ، زہر سے ، سانپ سے اس لئے کہ یہ ضروری نہیں کہ وہ آگ سے جل جائے یا زہر سے مر جائے بلکہ بچ بھی سکتا ہے۔[1]

قرآن مقدس نے یہ پیش گوئی کر دی کہ وہ پھر کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے ، انہیں چاہئے تھا کہ قرآن پاک کو غلط ثابت کرنے کیلئے کہتے لو ہم موت کی تمنا کرتے ہیں مگر ایسا نہیں ہوا، انہوں نے موت کی خواہش نہیں کی جس سے ثابت ہو گیا یہودی جھوٹے ہیں ، اور ہمارے رسول ﷺ کی نبوت سچ ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا تم نے جو چھپ کر گناہ کئے توراۃ کو بدلا، حضور ﷺ کی نبوت کو چھپایا اللہ ان سب برائیوں کی قیامت کے دن خبر دے گا کہ اس پر کوئی چیز چھپی نہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی ، ص 18/96
محمد بن حموش (437ھ)، تفسیر الھدایۃ الی بلوغ النھایۃ ، ص 1/7463

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نُوۡدِىَ لِلصَّلٰوةِ مِنۡ
يَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ فَاسۡعَوۡا اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ وَذَرُوا
الۡبَيۡعَ‌ؕ ذٰ لِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۞ ٩
فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ
وَابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَثِيۡرًا
لَّعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ‏ ۞ ١٠ وَاِذَا رَاَوۡا تِجَارَةً اَوۡ لَهۡوَا
ۨانْفَضُّوۡۤا اِلَيۡهَا وَتَرَكُوۡكَ قَآئِمًا‌ ؕ قُلۡ مَا عِنۡدَ
اللّٰهِ خَيۡرٌ مِّنَ اللَّهۡوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ‌ ؕ وَاللّٰهُ خَيۡرُ
الرّٰزِقِيۡنَ ۞ ١١
صدق اللہ العظیم

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز (جمعہ) کیلئے اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو (۹) تو جب نماز مکمل ہو جائے تو اللہ کا فضل تلاش کرنے کیلئے زمین میں پھیل جاؤ، اللہ کا بہت ذکر کرو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو (۱۰) اور جب انہوں نے کوئی تجارتی قافلہ یا تماشا دیکھا تو اس کی طرف بھاگ گئے اور آپ کو (خطبہ میں) کھڑا چھوڑ دیا، آپ کہہ دیجئے اللہ کے پاس جو (اجر) ہے وہ تماشہ اور تجارتی قافلہ سے بہتر ہے اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے (۱۱)

جمعہ کے فضائل مسائل

اس آیہ مبارکہ میں رب العزۃ جل مجدہٗ نے مسلمانوں کو نماز جمعہ کے احکام وآداب کا ذکر فرمایا ہے، یوم جمعہ کی بڑی اہمیت ہے یہ مسلمانوں کے اجتماع کا دن ہے کائنات کی تخلیق جو چھ دنوں میں ہوئی وہ ان چھ دنوں میں آخری دن جمعہ ہے، اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا پھر اسی دن انہیں زمین پر اُتارا گیا اسی دن قیامت قائم ہو گی، اس دن میں ایک گھڑی ایسی آتی ہے جو بھی دعا کی جائے قبول ہوتی ہے یہ تمام باتیں احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں[1]

پچھلی اُمتوں کو اس دن کو منانے کی توفیق نہ ہوئی، یہودیوں نے ہفتہ کے دن کو اپنا یوم اجتماع بنایا، عیسائیوں نے اتوار کو اس اُمت نے جمعہ کا دن منتخب کر لیا سب سے پہلے عرب میں کعب بن لوئی نے اس کا نام جمعہ

1 اسماعیل بن عمر (المتوفی 744ھ)، تفسیر ابن کثیر، ص 8/144
قاضی محمد ثناء اللہ (المتوفی 1225ھ)، تفسیر مظہری، ص 9/296

رکھا، قریش اس دن جمع ہوتے اور کعب بن لوئی خطبہ دیتے، یہ واقعہ حضور ﷺ کی آمد سے پانچ سو سال پہلے کا ہے، یہ کعب بن لوئی حضور ﷺ کے آباؤاجداد سے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے بت پرستی سے بچایا تھا انہوں نے لوگوں کو حضور ﷺ کی آمد کی خوشخبری بھی سنائی تھی، ان کی عظمت کا یہ عالم تھا ان کی وفات سے لوگوں نے تاریخ کا آغاز کیا، خلاصہ یہ ہے کہ عرب میں جمعہ کا اہتمام اسلام سے قبل بھی تھا جسے کعب بن لوئی نے جاری کیا، اس دن کا نام جمعہ رکھنا بھی انہیں کی طرف منسوب ہے۔[1]

تفسیر مظہری میں یہ روایت بھی ملتی ہے کہ ہجرت سے پہلے انصار مدینہ نے جمعہ کے روز جمع ہونے اور عبادت کرنے کا اہتمام کر رکھا تھا، نماز جمعہ کے بارہ میں بہت سی احادیث مبارکہ ملتی ہیں، حضرت طارق بن شہاب فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھنا واجب ہے۔ عورت، بچہ، بیمار، غلام اس حکم میں شامل نہیں۔[2]

جس نے سستی کی وجہ سے تین بار جمعہ چھوڑ دیا اللہ اس کے دل پر مہر لگا دے گا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن سب سے پہلے جانے والے کو اتنا ثواب ہے گویا اس نے ایک اونٹ صدقہ کیا، ایمانداروں کو حکم دیا جا رہا ہے جب جمعہ کے دن اذان سن لو تو اللہ کے ذکر کی طرف آؤ کاروبار بند کرو، صرف بیع شراء (خرید و فروخت) کا بند کرنا نہیں بلکہ تمام مصروفیات کو ختم کر کے نماز جمعہ کیلئے آؤ، اذان جمعہ کے بعد سبھی مشاغل ممنوع قرار دے دیئے گئے۔[3]

اذان جمعہ کے بارہ میں یاد رہے شروع میں صرف ایک تھی جو خطبہ کے وقت امام کے سامنے کہی جاتی ہے، صدیق اکبر، عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دور میں یہی رہا، عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب مسلمان کثرت سے ہو گئے تو اب یہ اذان جو امام کے سامنے کہی جاتی تھی، دور تک سنائی نہ دیتی تھی تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک اور اذان کا اہتمام فرمایا اور یہ اذان اپنے مکان پر شروع کرا دی یہ آواز دور دور تک پہنچتی تھی صحابہ میں سے

---

1 قاضی محمد ثناء اللہ (المتوفی 1225ھ)، تفسیر مظہری، ص 278/9
2 قاضی محمد ثناء اللہ (المتوفی 1225ھ)، تفسیر مظہری، ص 278/9
قاضی محمد ثناء اللہ (المتوفی 1225ھ)، تفسیر مظہری، ص 283/9
سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ)، السنن ابو داؤد، باب الجمعة للملوك والمراة الرقم 1067 ص 280/1
3 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب فضل الجمعة الرقم 888 ص 3/2
مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب الطیب والسواك یوم الجمعة الرقم 850 ص 582/2

کسی نے اعتراض نہ کیا، اب بیع و شراء کے منع ہونے کا جو حکم تھا اسی پہلی اذان کے بعد شروع ہو گیا، یہ بھی یاد رہے تمام نمازیں تنہا جماعت کے بغیر بھی پڑھی جاسکتی ہیں مگر جمعہ جماعت کے بغیر نہیں۔ اذان ہونے پر کاروبار بند کرنے کا حکم دیا گیا۔ اگلی آیہ مبارکہ میں فرمایا جب نماز جمعہ سے فارغ ہو جاؤ تو کاروبار میں اپنا رزق حاصل کرو، جمعہ کے بعد تجارت و کسب میں برکت ہے۔ [1] حضرت عراک بن مالک نماز جمعہ سے فارغ ہو کر دعا کیا کرتے، اے اللہ! میں تیرے حکم کے مطابق نماز پڑھ کر باہر جارہا ہوں رزق میں برکت فرما۔ [2]

بعض بزرگان دین سے منقول ہے جو شخص نماز جمعہ کے بعد کاروبار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں برکت بخشتا ہے، اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگلی آیہ مبارکہ " واذا رأوا تجارۃ " کے اترنے کا سبب یہ بنا، ایک موقعہ مدینہ منورہ میں قحط پڑ گیا لوگ پریشان ہوئے، اچانک جمعہ کے دن جب حضور ﷺ خطبہ فرمارہے تھے تو ایک صاحب دحیہ کلبی شام سے سامان تجارت لے کر آگئے، ابھی یہ مسلمان نہیں ہوئے تھے، انہوں نے اپنی آمد کی خبر مدینہ منورہ والوں کو دی تو کچھ لوگ نماز کی مصروفیت چھوڑ کر سامان لینے چلے گئے، حضور ﷺ کے ساتھ ۱۲ آدمی رہ گئے جن میں ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم تھے، اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کا یہ عمل پسند نہ آیا، تو حکم نازل فرمایا لوگوں کو ایسا کرنے سے روکا گیا، محبوب پاک کے ساتھ رہنے کا درس دیا گیا، محبوب آپ کہہ دیجئے جو نعمتیں اللہ کے پاس ہیں وہ لہو اور تجارت سے کہیں زیادہ بہتر ہیں اور اللہ بہترین رزق دینے والا ہے۔ [3]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب الاذان یوم الجمعۃ الرقم 912 ص 2/8
سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ) السنن ابوداؤد، باب النداء یوم الجمعۃ الرقم ص 1/285

2 اسماعیل بن عمر (المتوفی 744ھ)، تفسیر ابن کثیر، ص 8/148
عبدالرحمن بن محمد (المتوفی 327ھ)، تفسیر ابن ابی حاتم، ص 10/3356

3 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 3/449
عبدالحق بن غالب (المتوفی 542ھ)، تفسیر المحرر الوجیز (ابن عطیہ) ص 5/309
احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 9/317

سورۃ المنافقون

اس سورۃ شریف میں دو رکوع اور گیارہ آیات مبارکہ ہیں چونکہ اس میں منافقین کے حالات ذکر کئے گئے ہیں اسی بناء پر اس کا نام بھی المنافقون رکھا گیا یہ سورۂ پاک مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔[1]

اس سورۃ کے نزول کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ منافقین کے نفاق کا پردہ چاک کیا جائے، ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بتایا جائے منافقین جھوٹے ہیں جھوٹ بولتے ہیں، جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ اس سورۃ میں منافقین کی صفات کا ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ دل میں کفر رکھتے ہیں مگر مومن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ایمانداروں کو دھوکا دیتے ہیں۔ اس سورۃ میں یہ بتایا گیا ہے کہ منافقین کا خیال تھا کہ وہ مدینہ منورہ سے مسلمانوں کو نکال دیں گے، اس سورۃ میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ہمیشہ سامنے رکھیں اس کی عبادت میں دل چسپی لیں دشمن کے مقابلہ کیلئے مال جان خرچ کرنے میں کمی نہ کریں، دینی کاموں میں سستی اور تاخیر سے بچیں۔[2]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝١ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٢ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝٣

صدق اللہ العظیم

(اے محبوب کریم) جب آپکے پاس منافق آتے ہیں (اور) کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافقین جھوٹے ہیں (۱) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا پس اللہ کی راہ سے (لوگوں کو) روکا بے شک یہ بہت برا کام کر رہے ہیں (۲) اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ (زبان سے) ایمان لائے پھر انہوں نے کفر کیا تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی تو وہ سمجھتے نہیں ہیں (۳)

---

1 حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص 5/98

2 مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/335

منافقین کی گواہی محض جھوٹ ہے

اس سورۃ پاک کے اترنے کا سبب یہ بنا کہ حضور ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ بنی المصطلق کا رئیس حارث بن ضرار رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کی تیاری کر رہا ہے، حارث بن ضرار مسلمان ہو گئے تھے، جب حضور ﷺ کو ان کی جنگی تیاریوں کی خبر ملی تو حضور ﷺ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ ان کے مقابلہ کیلئے باہر نکلے اس جہاد میں نکلنے والے مسلمانوں کے ساتھ بہت سے ایسے لوگ بھی شامل ہوئے جو زبانی طور پر تو مکمل مسلمان تھے مگر دل سے منکر اسلام تھے یہ لوگ اس یقین پر ساتھ نکلے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد حضور کے ساتھ ہے اور آپ ہی غالب اور فاتح ہوں گے۔[1]

حضور ﷺ جب بنی المصطلق کے مقام پر پہنچے تو حارث بن ضرار کے لشکر سے سامنا ہوا، یہ جنگ پانی کے ایک چشمہ یا کنواں پر لڑی گئی جو مریسع کے نام سے مشہور تھا اسی بناء پر اسے غزوہ مریسیع بھی کہتے ہیں، اس جنگ میں بنی المصطلق کے بہت سے بندے مارے گئے، حضور ﷺ فتح سے نوازے گئے، یہ واقعہ محمد بن اسحاق کی روایت کے مطابق ٦ھ شعبان میں پیش آیا، قتادہ اور عروہ کی روایت کے مطابق شعبان ۵ ہجروی میں ہوا، اسی موقعہ پر یہ سورۃ پاک نازل ہوئی۔[2]

اس آیہ پاک میں منافقین کے کردار کو واضح کیا گیا ہے کہ وہ حضور ﷺ کے پاس آکر کہتے ہیں آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں، اللہ گواہی دیتا ہے منافق جھوٹ بول رہے ہیں، حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے، امانت میں خیانت کرتا ہے حضور ﷺ نے منافق کی ان عادات کا ذکر فرما کر مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ ایسی عادات سے بچیں۔ منافقین کی ایک اور عادت کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیتے ہیں، یہ واقعہ اس طرح ہوا، عبداللہ بن ابی نے کہا تھا کہ رسول اللہ کے ساتھیوں پر خرچ نہ کرو حتیٰ کہ یہ لوگ بکھر جائیں، پھر ہم مدینہ میں گئے تو عزت والا ذلت والے کو وہاں سے نکال دے گا، اس نے عزت والا اپنے کو کہا اور

---

1 حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ) ص، تفسیر بغوی، 5/ 99
قاضی محمد ثناء اللہ (المتوفی 1225ھ)، تفسیر مظہری، ص 9/ 301

2 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب علامۃ المنافق الرقم 33 ص 1/ 16
مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ) الجامع الصحیح للمسلم، باب خصائل المنافق الرقم 59 ص 1/ 78

ذلت والا حضور کو کہا (معاذاللہ)۔جب اُس سے پوچھا گیا کہ تو نے ایسا کہا ہے تو اس نے جھوٹی قسمیں کھائیں کہ ہم نے ایسا ہر گز نہیں کہا۔آیہ مبارکہ میں اسی طرف اشارہ ہے کہ انہوں نے قسموں کو ڈھال بنالیا ہے۔[1]

منافق "نفق" سے ماخوذ ہے جس کا معنی سرنگ ہے، لومڑی اپنی بل کے دو منہ رکھتی ہے ایک کا نام نافقا ہے دوسرے کا نام قاصعا ہے،ایک طرف سے داخل ہوتی ہے،جب کوئی شکاری آئے تو دوسرے منہ سے نکل جاتی ہے منافق کے بھی دو پہلو ہیں ایک کفر جو دل میں ہے دوسرا ایمان جو زبان پر ہے اگر کفر سے کوئی نقصان ہو تو وہ اپنے کو مسلمان بتاتا ہے اگر اسلام کے باعث کوئی تکلیف ہو تو کفر کا اعلان کر دیتا ہے،ان کے سارے کاموں کو برا کہا گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ زبان سے ایمان لائے پھر دل سے کفر کیا اسی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی ہے اور وہ سمجھتے نہیں۔[2]

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ یَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ۝۴ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَیْتَهُمْ یَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝۵ سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝۶

صدق اللہ العظیم

اور جب تم انہیں دیکھو گے تو ان کے جسم تمہیں اچھے لگیں گے اور اگر وہ بات کریں تو تم ان کی بات سنو گے گویا وہ دیوار کے سہارے کھڑے شہتیر ہیں ، وہ ہر اونچی آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں یہی دشمن ہیں ان سے بچو اللہ انہیں برباد کرے ،یہ کہاں اوندھے جا رہے ہیں (۴) جب انہیں کہا جاتا ہے آؤ رسول اللہ تمہارے لئے معافی مانگیں تو یہ اپنے سر ہلاتے ہیں اور آپ دیکھیں کہ یہ تکبر کے ساتھ اپنے کو روک رہے ہیں (۵) ان کے حق میں برابر ہے آپ اُن کیلئے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں اللہ انہیں ہر گز معاف نہیں کرے گا بے شک اللہ فاسقین کو ہدایت نہیں دیتا (۶)

1 محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص 18/129
محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص 18/121
2 عبداللہ بن عمر (المتوفی 685ھ)، تفسیر بیضاوی، ص 5/215

منافقین کا ظاہر و باطن

اس آیہ کریمہ میں منافقین کی ایک حالت کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جب تم انہیں دیکھو تو ان کے جسم تمہیں اچھے لگیں گے، ان سے مراد عبداللہ بن ابی، مغیث بن قیس اور جد بن قیس منافقین ہیں، یہ لوگ لمبے قد کے تھے اور حسن و جمال والے تھے اور جب وہ یہ کہیں گے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ ان کی بات سنیں گے، چہرے دلکش تھے گفتگو میں بڑی مٹھاس تھی مگر حقیقت اس کے خلاف تھی، باہر سے کچھ ہیں اندر سے کچھ نہیں ان کی بزدلی کا بیان فرمایا گیا کسی سمت سے کوئی آواز آئے تو یہ سمجھتے ہیں ہمارے ہی خلاف ہے حقیقی دشمن یہی ہیں ان سے بچے رہیں اللہ انہیں برباد کرے۔[1]

انہیں لکڑی کے شہتیر سے تشبیہہ دی گئی ہے، اس لئے کہ لکڑی کے شہتیر میں عقل ہوتی ہے نہ سمجھ، منافقین بھی ایسے ہی ہیں جو عقل و فکر سے خالی ہیں، فرمایا وہ دیوار کے سہارے کھڑے ہیں یعنی ان میں اتنی ہمت نہیں کہ از خود لوگوں کے درمیان رہ سکیں، یہ لوگ کسی نہ کسی کے سہارے رہتے ہیں، منافقین کو لکڑی سے تشبیہ دینے میں ایک اشارہ ہے، جیسے لکڑی آخر کار ایندھن بنتی ہے ایسے ہی کفار و منافقین کا آخری ٹھکانا بھی جہنم ہے، یہ اسی کا ایندھن ہوں گے جو لکڑی دیوار کے سہارے ہو اس کا ایک پہلو زمین سے ملتا ہے، دوسرا پہلو اوپر چھت ہے، یہی حال منافقین کا ہے ایک پہلو اسلام سے وابستہ رکھتے ہیں دوسرا کفر سے۔ آیہ مبارکہ میں منافقین کی ایک اور بری حرکت کا ذکر ہے، کہ جب انہیں بلایا جاتا ہے کہ رسول اللہ کی طرف آؤ وہ تمہارے لئے مغفرت طلب کریں تو یہ متکبرانہ انداز میں سر ہلاتے ہیں اور اپنے آپ کو روکتے ہیں جب انہیں اس راہ کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ اپنے کردار سے توبہ کریں تو وہ توبہ سے انکار کر دیتے ہیں۔ آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا محبوب! آپ ان کیلئے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں ان کے حق میں برابر ہے، اللہ انہیں ہر گز معاف نہیں کرے گا، حضور ﷺ تو اپنے دشمنوں کیلئے معافی لیں گے مگر اللہ اپنے محبوب کے دشمنوں کو معاف نہیں فرمائے گا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 محمد بن عبداللہ (المتوفی 1270ھ)، تفسیر روح المعانی ص 14/305
محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، تفسیر کبیر، ص 30/547

هُمُ الَّذِيۡنَ يَقُوۡلُوۡنَ لَا تُنۡفِقُوۡا عَلٰى مَنۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنۡفَضُّوۡا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآٮِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلٰـكِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ لَا يَفۡقَهُوۡنَ ۞ يَقُوۡلُوۡنَ لَٮِٕنۡ رَّجَعۡنَاۤ اِلَى الۡمَدِيۡنَةِ لَيُخۡرِجَنَّ الۡاَعَزُّ مِنۡهَا الۡاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ وَلِرَسُوۡلِهٖ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَلٰـكِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۞ صدق اللہ العظیم

یہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ کے پاس رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ (بھوک سے تنگ آکر) خود بخود چلے جائیں اور اللہ ہی کیلئے زمین وآسمان کے خزانے ہیں لیکن منافقین (اس حقیقت کو) سمجھتے نہیں (۷) (منافق) کہتے ہیں اگر ہم مدینہ میں لوٹ کر گئے تو عزت والے وہاں سے ذلیلوں کو نکال دیں گے حالانکہ عزت تو اللہ کیلئے ہی ہے اور اس کے رسول کیلئے اور ایمانداروں کیلئے لیکن منافقین کو پتہ ہی نہیں (۸)

منافقین کا مؤمنین کی مدد سے منع کرنا

اس آیہ مبارکہ کا شان نزول یہ ہے غزوہ بنی المصطلق جو چھ ہجری میں ہوا ایک کنوئیں پر پانی لینے کے سلسلہ میں ایک دیہاتی اور انصاری کا جھگڑا ہو گیا، دیہاتی نے انصاری کے سر پر لکڑی مار کر سر پھاڑ دیا، یہ انصاری عبداللہ ابن ابی [1] کے ساتھیوں میں سے تھا، اس زخمی انصاری نے عبداللہ ابن ابی کے پاس جا کر سارا واقعہ سنایا اور اپنے کو مظلوم ظاہر کیا، عبداللہ بن ابی اس کی شکایت سے سخت برہم ہو گیا اور کہا جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں ان پر اس وقت تک خرچ نہ کرو جب تک وہ ان کے پاس سے چلے نہ جائیں یعنی وہ دیہاتی جو کھانے کے وقت رسول اللہ کے پاس رہتے تھے۔ عبداللہ بن ابی نے کہا اب اگر ہم مدینہ واپس گئے تو تم میں سے عزت والے ذلت والے کو وہاں سے نکال دیں گے۔ [2]

حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن ابی کی یہ بات سن لی، میں نے اپنے چچا کو بتا دی میرے چچا نے یہی بات رسول اللہ ﷺ کو سنا دی، حضور ﷺ نے عبداللہ بن ابی کو بلایا اور پوچھا کہ تو نے یہ

1 رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے ظاہر تو اسلام قبول کر لیا تھا مگر دل میں رسول اللہ ﷺ کے خلاف بغض اور عناد رکھتا تھا۔ اس نے حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت لگانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اور بغض و عناد میں ہی مر گیا۔

2 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص3/452
عبدالحق بن غالب (المتوفی 542ھ)، تفسیر المحرر الوجیز (ابن عطیہ) ص5/313

بات کہی ہے اس نے جھوٹی قسم اُٹھا کر انکار کر دیا، اس وقت یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی ارشاد فرمایا گیا آسمانوں اور زمینوں کے تمام خزانے اللہ کیلئے ہی ہیں یعنی زمین میں معدنیات کو رکھنا، زمینوں سے فصلیں نکالنا، آسمانوں سے بارش اُتارنا، یہ اُسی کے اختیار و ملکیت میں ہیں۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا کہ عزت تو اللہ اور اُس کے رسول اور ایمان والوں کیلئے۔ یعنی ایسی عزت جس میں کبریائی ہے بڑائی ہے وہ صرف اللہ کا حق ہے اور مومنوں کیلئے جو عزت ہے وہ کبریائی اور بڑائی سے دور ہے، تواضع اور انکساری سے وابستہ ہے، منافقین کیلئے کسی قسم کی عزت نہیں، منافقین کم علم ہیں تنگ نظر ہیں انہوں نے عزت اسی کو سمجھا کہ لباس اچھا ہو، رہائش عمدہ ہو کھانا لذیذ ہو۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ
اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝٩ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا
رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ
فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ
فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝١٠ وَلَنْ
يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝١١ صدق اللہ العظیم

اے ایمان والو! تمہیں تمہارے اموال اور تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں جس نے ایسا کیا تو وہی لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں (۹) اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا اس میں سے کچھ (ہماری راہ میں) خرچ کرو، اس سے پہلے کہ تم میں کسی کو موت آجائے پھر وہ کہے اے اللہ! تو نے مجھے کچھ اور دن مہلت کیوں نہ دی تا کہ میں صدقہ کرتا اور نیکوں میں ہو جاتا (۱۰) اور جب کسی شخص کی موت کا وقت آجاتا ہے تو وہ اللہ اُسے موئخر ہرگز نہیں کرتا اور اللہ تمہارے تمام کاموں کی خبر رکھنے والا ہے (۱۱)

مال اور اولاد ذکر الٰہی سے غفلت کا سبب

پچھلی آیہ مبارکہ میں منافقین کی بُری حرکات اُن کی اسلام دشمنی کا ذکر فرمایا گیا ہے اس میں ایمانداروں کو فرمایا جا رہا ہے ایمان والو! تمہیں تمہارے مال تمہاری اولاد خدا کی یاد سے غافل نہ کر دیں، منافقین کے طریقہ کار

سے بچنے کا حکم دیا جارہا ہے، منافقین کو ان کے مال ان کی اولاد نے غافل کر دیا ہے ایماندارو! تم بچ کر چلنا کامیاب وہی لوگ ہیں جو اپنی زندگی یاد الٰہی میں گزارتے ہیں اللہ کے ذکر کی کئی تفاسیر ہیں،

ایک حج اور زکوۃ سے غافل نہ ہوں، اللہ نے مال دیا ہے تو حج پڑھیں، زکوۃ دیں، ایک تفسیر یہ ہے قرآن پاک پڑھا کریں ایک معنی یہ ہے کہ پنجگانہ نماز اور تمام فرائض کی ادائیگی کریں[1]

ایک معنی یہ بھی ہے کہ ہر کام کرتے خدا کو یاد رکھیں اور سوچیں کہ یہ کام جائز ہے یا نہیں، اگر جائز نہیں تو بچ جائیں، حرام سے علیحدگی اختیار کریں یہ بہت بڑا کام خدا کی یاد سے ہوا کہ خدا سے ڈرا اور حرام سے بچ گیا۔[2]

اس آیہ کریمہ میں ایمانداروں کو ڈرایا گیا ہے کہ وہ دنیا کی محبت میں منافقین کی طرح مدہوش نہ ہو جائیں دنیا کی یہی دو چیزیں مال اور اولاد ایسی ہیں جو انسان کو اللہ سے غافل کرتی ہیں، اس لئے ان دونوں کا ذکر ہے ورنہ اس سے مراد پوری دنیا کا سامان ہے جو غافل کرے،[3]

حضرت حسن بصری[4] نے فرمایا ذکر سے مراد یہاں تمام اطاعات و عبادات ہیں اسی قول کو قرطبی نے اہمیت دی ہے جو لوگ مال، اولاد میں مصروف ہو کر حق کی راہ سے اتر گئے وہی خسارے والے ہیں کہ انہوں نے آخرت کو دنیا کے بدلے بھلا دیا، پہلا ارشاد تھا کہ ایماندار خدا کی یاد کو نہ بھولیں، دوسرا ارشاد فرمایا گیا ہے کہ موت کے آنے سے پہلے پہلے ہمارے دیئے ہوئے رزق سے اللہ کی راہ میں خرچ کریں، مال خرچ کرنے میں یہ بھی اشارہ ہے کہ موت کے وقت نمازوں کی قضائی، روزوں کی قضائی، حج کی ادائی تو مشکل کام ہیں البتہ مال موجود ہے اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو یہ صدقہ مصیبتوں کے ٹلنے کا سبب ہو سکتا ہے، اگر زندگی میں اعمال صالح نہ کر سکا تو موت کے آثار دیکھ کر کہے گا، اللہ مجھے مہلت دے، میں فرائض ادا کر کے نیک بن جاؤں مگر اگلی آیہ پاک میں واضح فرمایا گیا کہ موت آجانے کے بعد کسی کو مہلت نہیں دی جاتی، اب یہ خواہشات یہ تمنائیں قطعی فضول ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 22/672

2 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 22/670

مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/341

3 محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص 18/129

4 خواجہ حسن بصری علیہ الرحمہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں پیدا ہوئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہی آپ کا نام رکھا۔ آپ کی تربیت ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمائی۔ آپ جواہرات کا کام کرتے تھے۔ آخر عمر میں بصرہ میں سکوت اختیار فرمائی اور وہیں انتقال بھی ہوا۔

سورۃ التغابن

اس سورۃ پاک میں کفار کی عادات کا ذکر فرمایا گیا ہے اور اُن سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ کافر کا انجام دوزخ ہے اور مومن کا انجام جنت ہے۔ اس سورۃ کا آغاز بھی سورۃ الحشر، سورۃ الصّف، سورۃ الجمعہ کی طرح "یسبّح لِلّٰہ" سے ہے کسی جگہ "سبّح" ماضی کے صیغہ میں ہے کسی جگہ "یسبّح" مضارع سے ہے، جس کا مطلب واضح ہے زمانہ کوئی بھی ہو ماضی ہو یا حال یا مستقبل خدا کی یاد ہر لحہ ہے۔ اس سورۃ پاک کے آغاز میں صفات الٰہیہ کا ذکر ہے زمین وآسمان کی تخلیق کا ذکر انسان کو حسین بنانے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس سورۃ میں بتایا گیا ہے بلکہ ترغیب دی گئی ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کریں، اجر و ثواب ہو گا، اس سورۃ میں بتایا گیا ہے کہ مسلمان اپنے کافر مشرک رشتہ داروں سے بچ کر رہیں، اس سورۃ پاک میں مسلمانوں کو اللہ پر توکل کرنے اور نیکی کے کاموں میں ثابت قدم رہنے کا درس دیا گیا ہے، اس سورۃ پاک میں بتایا گیا ہے کہ عبادت کا مستحق صرف اللہ ہی ہے جس نے کائنات کو بنایا اور نعمتیں دیں۔ اس سورۃ میں فرمایا گیا ہے اگر کسی نے فرزند وزن کیلئے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی تو اس کی عاقبت برباد ہو جائے گی، آخر میں یہ ہدایت دی گئی ہے، تقویٰ اور پرہیز گاری کو اپنا شعار بنالو، اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے میں دل چسپی لو اس کے بدل میں وہ تمہیں اتنا دے گا کہ تم اندازہ بھی نہ کر سکو گے۔

اس سورۃ پاک کی ۱۸ آیات اور دو (۲) رکوع ہیں اور یہ سورۃ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔[1]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 3/454
قاضی محمد ثناء اللہ المتوفی 1225ھ، تفسیر مظہری، ص 9/311

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ۚ لَہُ الۡمُلۡکُ وَلَہُ الۡحَمۡدُ ۫ وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ① ہُوَ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ فَمِنۡکُمۡ کَافِرٌ وَّمِنۡکُمۡ مُّؤۡمِنٌ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ وَصَوَّرَکُمۡ فَاَحۡسَنَ صُوَرَکُمۡ ۚ وَاِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ ③ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَیَعۡلَمُ مَا تُسِرُّوۡنَ وَمَا تُعۡلِنُوۡنَ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ④

صدق اللہ العظیم

آسمانوں، زمینوں کی تمام چیزیں اللہ کی حمد بیان کرتی ہیں، اسی کا ملک ہے اور اسی کیلئے سب تعریفیں ہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے (۱) وہی ہے جس نے تم سب کو پیدا کیا تم میں سے بعض کافر ہیں بعض مومن ہیں اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے (۲) اس نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور تمہاری حسین صورتیں بنائیں اور اسی کی طرف لوٹنا ہے (۳) وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور اللہ سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کو بھی جانتا ہے (۴)

پیدائش فطرت پر ہوتی ہے

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور تسبیح کا ذکر فرمایا گیا کہ آسمانوں زمینوں کی ہر شئی اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے ہر چیز زبان حال سے اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور اللہ کے مقبول ہی سنتے ہیں، ان آیات میں آسمانوں زمینوں اور ان میں جو کچھ ہے اس کا حق کے ساتھ پیدا کیا جانا یہ ساری چیزیں تقاضا کرتی ہیں کہ ان کا خالق تمام صفات کمال سے متصف ہے اور ہر عیب و نقص سے پاک ہے ہر حمد کا وہی مستحق ہے۔

آیہ مبارکہ میں "فمنکم" کا ارشاد قابل غور ہے، "فا" تعقیب کیلئے آتی ہے یعنی ایک چیز کا دوسرے کے بعد ہونے پر دلالت کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ پیدائشی طور پر کوئی کافر نہیں تھا، یہ کافر و مومن کی تقسیم بعد میں ہر شخص کے کام کے تابع ہوئی، اسی کام کی وجہ سے اس پر گناہ ثواب عائد ہوتا ہے، یہ عنوان ایک حدیث شریف

سے اس طرح ملتا ہے " کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ وینصرانہ " او کما قال ﷺ " ہر بچہ فطرۃ (اسلامی) پر پیدا ہوتا ہے یعنی مومن ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی، عیسائی بنادیتے ہیں۔[1]

قرآن مقدس نے اس مقام پر انسان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے کافر اور مومن جس سے معلوم ہوتا ہے پوری دنیا کے سارے انسان ایک برادری کے افراد ہیں اس برادری کو کاٹ کر دو گروہوں میں بانٹنے والی چیز کفر ہے، جو شخص کافر ہو گیا اس نے انسانی برادری کا رشتہ توڑ دیا، اسی طرح پوری دنیا میں انسانوں میں تخریب اور گروہ بندی ایمان و کفر سے ہے، زبان، رنگ، ملک، خاندان، کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو انسانی برادری کو مختلف گروہوں میں بانٹ دے ایک باپ کی اولاد اگر مختلف شہروں میں بسنے لگے یا مختلف زبانیں بولنے لگے تو وہ الگ الگ گروہ نہیں ہو جاتے، جاہلیت کے زمانہ میں نسب اور قبیلوں کی تفریق کو گروہ بندی کی بنیاد بنادیا گیا مگر رسول کریم ﷺ نے ان سب بتوں کو توڑا اور مسلمان خواہ کسی ملک کسی خطہ کا ہو کسی رنگ کا ہو، کیسی بھی زبان بولتا ہو ان سب کو ایک برادری قرار دیا ہے، قرآن مقدس کا یہ ارشاد اس عنوان پر واضح دلیل " انما المؤمنون اخوۃ " ایماندار آپس میں سب بھائی بھائی ہیں۔ یہی وہ ایمانی برادری تھی جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں مشرق و مغرب جنوب و شمال کالے گورے، عرب و عجم کے بے شمار افراد کو ایک لڑی میں پرودیا تھا جس کی قوت کا مقابلہ دنیا بھر کی قومیں نہ کر سکیں۔[2]

آیہ مبارکہ میں انسان کی حسین صورت کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے انسان کو کائنات و مخلوقات کی صورتوں سے حسین اور بہتر بنایا ہے، کوئی انسان اپنی جماعت میں کتنا ہی بد شکل سمجھا جاتا ہو مگر باقی تمام حیوانات سے وہ پھر بھی حسین ہے، اربوں کھربوں انسانوں کا شکلوں میں ایک دوسرے سے امتیاز حیران کن شئ ہے، یہ ایک ایسی حیرت انگیز صنعت و صورت گری ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات سے ایک نعمت صورت گری کا ذکر فرمایا ہے " فاحسن صورکم " کا ارشاد اس عنوان پر حرف آخر ہے کہ انسان سے زیادہ حسین کوئی شئ نہیں۔ " فتبارك الله احسن الخالقين[3] "

---

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب ما قیل فی اولاد المشرکین الرقم 1385 ص 2/100
سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ)، السنن ابوداؤد، باب فی ذراری المشرکین الرقم 4714 ص 4/229

2 الحجرات، 49:10

3 المؤمنون، 23:14

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۫
فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٥
ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۫ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا
وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝٦ زَعَمَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ
لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَى
اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝٧ صدق اللہ العظیم

کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبریں نہیں آئیں جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا تھا پھر اُنہوں نے اپنے کردار کی سزا دنیا میں چکھ لی اور آخرت میں ان کیلئے دردناک عذاب ہے (۵) یہ (عذاب) اس وجہ سے ہے کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے تو انہوں نے کہا کیا بشر ہمیں ہدایت دے گا پس انہوں نے کفر کیا اور منہ پھیر لیا اور اللہ نے (ان کی) کوئی پرواہ نہ کی اور اللہ بے نیاز ہے حمد کیا گیا ہے (۶) کافروں کو یہ (باطل) گمان ہو گیا کہ ان کو مرنے کے بعد اُٹھایا نہیں جائے گا آپ کہئے کیوں نہیں ؟ میرے رب کی قسم تمہیں ضرور اُٹھایا جائے گا پھر تمہیں تمہارے کردار کی خبر دی جائے گی اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے (۷)

حضور ﷺ پر لفظ بشر کا اطلاق

اس آیہ مبارکہ میں منکرین کو فرمایا جارہا ہے کیا تمہیں یہ پتہ نہیں کہ تم سے پہلے جن لوگوں نے سرکشی کی گمراہی کے راستہ پر چلتے رہے، احکام خداوندی کی بغاوت کرتے رہے ان کا انجام کیسا دردناک ہوا، ان کے بُرے انجام کی خبریں دنیا بھر میں پھیل گئیں، انہیں یہ عذاب ہوا کیوں تھا اس لئے کہ ہم نے ان کی طرف اپنے رسولوں کو بھیجا کہ انہیں سیدھی راہ پر لائیں حق تک پہنچائیں، ان ظالموں نے ہمارے بھیجے ہوئے رسولوں کی تکذیب کی اور کہا کیا انسان ہماری رہبری کریں گے ہم اپنے جیسے انسانوں کی اتباع نہیں کریں گے، یاد رہے حضور ﷺ پر لفظ

"بشر" کا اطلاق نہ نبوت کے منافی ہے نہ رسالت کے بلند مقام کے منافی ہے، نہ ہی رسول کے نور ہونے کے منافی ہے، حضور ﷺ نور بھی ہیں بشر بھی ہیں۔

ان ظالموں نے اللہ کے رسولوں کا انکار کر دیا، اُن سے منہ پھیر لیا نتیجہ یہ ہوا اللہ رب العزۃ نے بھی ان سے بے پرواہی کر لی کوئی اس کی تعریف کرے یا نہ کرے وہ بے نیاز ہے، غنی ہے اُسے کسی کی پرواہ نہیں وہ ساری کائنات میں حمد کیا گیا ہے۔

اس آیہ پاک میں اہل مکہ سے خطاب ہے کہ سابقہ اُمتوں کے اس عذاب کی طرف اشارہ ہے جو ان کے کفر کی وجہ سے انہیں دیا، اور اس عذاب کی طرف اشارہ ہے جو ان کیلئے آخرت میں تیار کیا گیا ہے، اگلی آیہ کریمہ میں ارشاد ہے کفار نے گمان کیا کہ انہیں مرنے کے بعد اُٹھایا نہیں جائے گا، حضور ﷺ سے فرمایا گیا آپ کہئے رب کی قسم تمہیں ضرور اُٹھایا جائے گا پھر تمہارے اعمال کی تمہیں خبر دی جائے گی کفار کو یہ پتہ تھا کہ حضور ﷺ اللہ کو مانتے ہیں اور جب اللہ کی قسم اٹھا کر بات فرما رہے ہیں تو ان کو ضرور اُٹھایا جائے گا ان کے اعمال کی خبر دی جائے گی۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ؕ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑧ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ
لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ
بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ
وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑨
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑩

سو تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر اور نور پر جو ہم نے نازل کیا ہے اور اللہ تمہارے تمام کاموں کی خبر رکھتا ہے (۸) جس دن وہ تم سب کو جمع ہونے کے دن جمع فرمائے گا وہی (دن) کفار کیلئے نقصان کا دن ہے اور جو شخص اللہ پر ایمان لایا اور اُس نے نیک کام کئے اللہ اُس کے گناہوں کو اس سے مٹا دے اور اُسے ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے یہی بہت بڑی کامیابی ہے (۹) اور جنہوں نے کفر کیا اور

صدق اللہ العظیم

ہماری آیات کو جھٹلایا وہ دوزخی ہوں گے اس میں
ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بُرا ٹھکانا ہے (۱۰)

قرآن کا اعجاز بیان

آیہ مبارکہ میں اللہ پر رسول اللہ پر اور نور پر ایمان لانے کا حکم فرمایا گیا ہے یہاں نور سے مراد قرآن مقدس ہے جس طرح حسّی نور اندھیرے میں ہدایت دیتا ہے اسی طرح قرآن مقدس شکوک و شبہات کے اندھیروں میں کفر و گمراہی کی ظلمتوں میں ہدایت دیتا ہے، اہل مکہ سے فرمایا جارہا ہے اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ، قرآن پر ایمان لاؤ قرآن حکیم نور ہدایت ہے، اس کو اللہ کا کلام تسلیم کرو، یہ نور تمہاری زندگی کے ہر پہلو کو روشن کردے گا۔

صاحب روح المعانی علامہ آلوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں قرآن مقدس اپنے اعجاز بیان کے سبب خود بھی روشن ہے اور دوسرے حقائق کو بھی آشکارا کرنے والا ہے۔[1]

اگلی آیہ مبارکہ میں قیامت کے دن کو "یوم الجمع" فرمایا گیا کہ اس دن اللہ تعالیٰ تمام اولین و آخرین کو انسانوں کو جنوں کو آسمان والوں کو زمین والوں کو جمع فرمائے گا،[2]

قیامت کے دن کو "یوم التغابن" فرمایا گیا، غبن کا معنی ہے کسی کو نقصان پہنچانا ہم کہتے ہیں، فلاں نے اس کی رقم غبن کرلی، کفار و مشرکین کو قیامت کے دن پتہ چلے گا کہ انہوں نے اپنی جانوں کو سرکشی کی قیمت پر جو فروخت کیا تھا وہ گھاٹے کا سودا تھا، اس تجارت میں انہوں نے اپنی جانوں کے ساتھ غبن کیا اسی طرح جن مسلمانوں نے اپنی جانوں کو نفسانی خواہشات اور گناہوں کے بدلہ فروخت کیا انہیں بھی قیامت کے دن پتہ چلے گا کہ انہوں نے اپنی جانوں کے ساتھ غبن کیا ہے، وہ مسلمان جنہوں نے عبادت کم کی شکر کم کیا، آرام طلبی کو اہمیت دی، شرعی احکام بجانہ لائے انہیں بھی پتہ چلے گا انہوں نے اپنی جانوں سے غبن کیا، آیہ کے آخر میں فرمایا جو لوگ

---

1 محمد بن عبد اللہ (المتوفی 1270ھ)، تفسیر روح المعانی، ص 14/318
2 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 3/456
مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/352

ایمان لے آئے، نیک عمل کئے اللہ ان کے گناہوں کو مٹادے گا، جنتوں میں جگہ دے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ جن لوگوں نے کفر کیا ہماری آیات کو جھٹلایا وہ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ [1]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑫ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑬ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑭

صدق اللہ العظیم

جس کو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ اللہ کے حکم سے پہنچتی ہے اور جو اللہ پر ایمان رکھے اللہ اُسکے دل کو ہدایت دے گا اور اللہ ہر شئی کو اچھی طرح جاننے والا ہے (۱۱) اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اگر تم نے منہ پھیرا تو ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف پہنچادینا تھا (۱۲) اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور اللہ پر ہی مومنوں کو توکل کرنا چاہئے (۱۳) اے ایمان والو! بے شک تمہاری بیویوں سے اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں اُن سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کردو اور درگذر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ بخشنے والا ہے رحم فرمانے والا ہے (۱۴)

کفا کا اسلام پر اعتراض

اس آیہ کریمہ میں دکھوں، مصیبتوں، پریشانیوں پر صبر کا درس دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے جو کچھ مصیبت رنج و غم بندے کو پہنچتا ہے وہ اسی کے ارادہ سے پہنچتا ہے کفار نے کہا اگر اسلام سچا دین ہوتا تو اس کے ماننے والے مسلمانوں کو اللہ مصائب و مشکلات سے بچائے رکھتا، اُن کے اس نظریہ کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا مسلمانوں کو مال جان میں جو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اس کے فیصلہ سے ہی پہنچتی ہے اور جو مومن کامل ایمان

1 احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 9/328
حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص 5/104

رکھتے ہیں تو اللہ ان کے دلوں کو صبر کرنے کی ہدایت دیتا ہے اور وہ اللہ کی رضا پر راضی رہ جاتے ہیں، آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا، مشکلات و مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کرو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی اطاعت کرو اگر تم نے خداوندی حکموں سے منہ پھیرا تو یہ جان لو رسول اللہ کے ذمہ تم سے جبراً اطاعت کرانا نہیں ان کے ذمہ پہنچادینا تھا وہ پہنچادیا۔

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا مومنوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان اس پر توکل بندۂ مومن کا خاص نشان ہے، ایمانداروں کو درس دیا جارہا ہے کہ ہر حال میں اللہ پر بھروسہ رکھو، اس کی بندگی کو اپنا شعار بناؤ کہ خوشی یا غمی میں اس کو بھلادیا تو اُس سے علیحدگی اختیار کرلی۔

اگلی آیہ کریمہ میں ارشاد فرمایا گیا کہ اگر تمہارے اہل و عیال بیوی بچے اللہ کی اطاعت سے روکیں تو ان کی بات پر عمل نہ کرو، یہ آیہ کریمہ حضرت عوف بن مالک کے متعلق نازل ہوئی جب وہ جہاد کیلئے جانا چاہتے تو ان کے بیوی بچے رورو کر کہتے ہمیں کس کے بھروسہ پر چھوڑے جارہے ہیں۔[1]

ایک روایت یہ ہے کہ مکہ پاک سے ہجرت کیلئے کچھ مسلمانوں کو ان کی بیویوں اور بچوں نے روکا کہ نہ جاؤ تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی، قتادہ کہتے ہیں تمہاری بیویاں تمہاری اولادیں کچھ بولیں جو تمہیں اللہ کی نافرمانی کرنے، رشتے توڑنے ناجائز کام کرنے کا کہے تو ان کی بات نہ مانو،[2]

اگر کوئی ہجرت سے روکتا اور وہ مسلمان ہجرت کر جاتا پھر واپس آکر ان افراد کو مارتا سزادیتا تو فرمایا اگر انہیں معاف کردو اور درگذر کرو تو بہت اچھا ہے، اللہ غفور ہے، رحیم ہے بندوں کو بھی چاہئے کہ اس کی صفات کو اپنائیں درگذر کریں رحم کریں معاف کریں۔[3]

---

1 محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص18/ 331
قاضی محمد ثناء اللہ) المتوفی 1225ھ)، تفسیر مظہری، ص9/ 315
عبدالرحمن بن ابی بکر (المتوفی 911ھ)، تفسیر در منشور، ص8/ 181
قاضی محمد ثناء اللہ) المتوفی 1225ھ)، تفسیر مظہری، ص9/ 315
2 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص23/ 15
عبدالرحمن بن محمد (المتوفی 327ھ)، تفسیر ابن ابی حاتم، ص10/ 3358
اسماعیل بن عمر (المتوفی 744ھ)، تفسیر ابن کثیر، ص8/ 162
3 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص23/ 16

وَصَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

صدق اللہ العظیم

تمہارے مال تمہاری اولاد بڑی آزمائش ہیں اللہ ہی ہے جس کے پاس اجر عظیم ہے (۱۵) جتنی تمہاری طاقت ہے اللہ سے ڈرتے رہو اور (اس کا) حکم سنو اور مانو اس کی راہ میں خرچ کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور جنہیں ان کے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا یہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں (۱۶) اگر تم اللہ کو قرض حسن دو تو وہ اُسے تمہارے لئے کئی گنا کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بڑا قدر دان ہے اور بہت حلم والا ہے (۱۷) ہر چھپے اور ظاہر کے جاننے والا ہے سب پر غالب ہے بڑا دانا ہے (۱۸)

مال اور اولاد آزمائش ہیں

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا تمہارے مال تمہاری اولاد تمہاری آزمائش ہیں حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضور ﷺ خطبہ دے رہے تھے، اس وقت حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ آئے وہ دونوں سرخ قمیصیں پہنے ہوئے تھے اور چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے تھے، حضور ﷺ منبر سے اُترے اور ان کو اپنے سامنے بٹھایا پھر کہا اللہ رب العزۃ نے سچ فرمایا تمہارے اموال تمہاری اولاد تو صرف آزمائش ہیں، میں نے ان بچوں کی طرف دیکھا کہ یہ چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے ہیں تو میں صبر نہ کر سکا، حتیٰ کہ میں نے اپنی بات منقطع کی اور ان کو اُٹھایا اس کے بعد آپ نے خطبہ شروع کیا[1]

1 سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ)، السنن ابو داؤد، باب الامام یقطع الخطبۃ للامر الرقم 1109 ص 1/290

آیہ پاک میں فرمایا اللہ ہی کے پاس اجر عظیم ہے اجر عظیم کیا ہے اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ملتا ہے ، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا اے جنت والو وہ عرض کریں گے اللہ ہم حاضر ہیں اللہ فرمائے گا کیا تم راضی ہو وہ کہیں گے ہم کیوں راضی نہیں ؟ تو نے ہمیں ! بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے ، اور فرمائے گا کیا میں تمہیں اس سے بھی افضل عطانہ کروں ، جنتی عرض کریں گے اے اللہ اس سے افضل کون سی نعمت ہو گی ، اللہ فرمائے گا میں تم پر اپنی رضا حلال کر دیتا ہوں ، اس کے بعد میں تم پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا ۔ آیہ پاک میں فرمایا گیا ہے اپنی طاقت کے مطابق اللہ سے ڈرو یعنی مومن کو چاہئے وہ حسب استطاعت تقویٰ اختیار کرے کہ اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلّف نہیں کرتا ، اللہ کے احکام پر عمل کرتے رہو اور اس کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے رہو یہ بھی فرمایا گیا جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچا لئے گئے تو وہی لوگ آخرت میں کامیابی حاصل کرنے والے ہیں ۔ آیہ کریمہ میں قرض حسن دینے کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ حلال مال سے صدقہ کیا جائے ، خوشدلی سے خیرات کی جائے ، اللہ کا فرمانا کہ مجھے قرض حسن دو یہ محض لطف و کرم ہے کہ سب کچھ دیا ہوا تو اسی کا ہے ۔[1]

آیہ کریمہ میں شکور کا لفظ ہے ، یعنی شکر کی بہت زیادہ جزا دینے والا ہے ، بہت حلیم ہے کوتاہیوں سے در گذر فرماتا ہے غالب ہے اور بے حد حکمت والا ہے ۔[2]

وَصلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 احمد بن شعیب (المتوفی 303ھ)، سنن نسائی ، ا باب نزول الامام عن المنبر قبل فراغه الرقم 1413 ص 3/ 108
مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم ، باب معرفة طریق الرویة الرقم 183 ص 1/ 167
محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری ، ص 11/ 382
احمد بن حنبل (المتوفی 241ھ)، مسند احمد ، باب مسند ابی سعید الخدری الرقم 11899 ص 18/ 396

2 اسماعیل بن عمر (المتوفی 744ھ)، تفسیر ابن کثیر ، ص 8/ 164
اسماعیل بن مصطفیٰ (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان ، ص 10/ 22
محمد بن عبداللہ (المتوفی 1270ھ)، تفسیر روح المعانی ، ص 14/ 323

سورۃ الطلاق

اس سورت میں دو رکوع اور بارہ آیات مبارکہ ہیں۔اس سورت میں طلاق کے متعدد مسائل بیان کئے گئے ہیں، دور جاہلیت میں عائلی زندگی کے کئی مسائل جو اُلجھے ہوئے تھے جن کے جوابات مطلوب تھے کئی احکامات کی وضاحت کی ضرورت تھی،اس سورت کو نازل فرما کر ان کی اصلاحات کی گئی ہیں اسلام نے طلاق کی اجازت صرف ایسے حالات میں دی ہے جب میاں بیوی کے اکٹھے رہنے کی کوئی صورت نہ ہو بصورت دیگر طلاق کو انتہائی عیب قرار دیا ہے۔[1]

اس سورت میں مدخولہ عورتوں کی عدت بیان کی گئی ہے کہ وہ طلاق کے بعد کتنے عرصہ تک آگے نکاح نہیں کر سکتیں،اس سورت میں حاملہ عورت کی عدت بتادی گئی ہے جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو اس کی عدت بیان کر دی گئی ہے،اس سورت میں یہ بھی بتادیا گیا ہے کہ مطلقہ عورت عدت گزار رہی ہے تو اس کے اخراجات کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے،دودھ پیتے بچے کے اخراجات کون برداشت کرے گا ان مسائل پر تفصیل ہے۔

اس سورت میں احکام خداوندی کی نافرمانی کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب کا ذکر فرمایا گیا ہے،اس سورت میں اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والوں کے بہترین اور حسین انجام کا ذکر ہے۔اس سورت میں ایک اور خاص بات یہ ذکر کی گئی ہے احکام بجالانے ، فرمانبرداری کرنے کی ترغیب دی گئی ہے ، جنہیں پڑھ کر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے ، یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان احکام کی پابندی پرہیزگاری ہے خدا خوفی ہے اور تقویٰ ہے اور جو شخص پرہیزگاری اختیار کرتا ہے اس کیلئے انعامات الٰہیہ اور برکات خداوندی کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔یہ سورۃ پاک مدینہ منورہ میں نازل ہوئی،اس سورت میں بتایا گیا ہے غیر حاملہ مطلقہ عورت کی عدت تین حیض ہے جس عورت کو بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو یا وہ عورت نابالغہ ہے ان صورتوں میں اس کی عدت تین ماہ ہے۔اس

---

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، ، تفسیر طبری ، ص23/ 22
احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی ، ص5/ 106
حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی،ص5/ 106
نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی ، ص3/ 459

سورت کے اختتام پر احکام شرعیہ کی مخالفت کرنے اور اللہ کی حدود سے تجاوز کرنے سے ڈرایا گیا ہے پہلے لوگوں نے جو بغاوت کی آخر کار ان پر خدا کا عذاب نازل ہوا، تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

وَصلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِه

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ① صدق اللہ العظیم

اے نبی (مکرم) مومنوں سے کہئے جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت (طہر) میں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں اور یہ اللہ کی حدود ہیں اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اُس نے اپنی جاں پر ظلم کیا تم کو معلوم نہیں شاید اس کے بعد اللہ کوئی بھی صورت پیدا کر دے (۱)

طلاق دیتے وقت عدّت کا لحاظ

خطاب حضور کو ہے مگر یہ ارشاد ساری اُمت کیلئے ہے، محبوب اپنی اُمت کو حکم دیں جب وہ طلاق دینے کا ارادہ کریں تو ان کی عدت کو ملحوظ رکھتے ہوئے فیصلہ کریں۔ یاد رہے نکاح ایک اہم اور مقدس رشتہ ہے اسے نبھانا چاہئے اگرچہ انتہائی ناسازگار حالات میں اس کے توڑنے طلاق دینے کی اجازت ہے مگر یہ طلاق اللہ کے نزدیک سخت ناپسند ہے، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت اس طرح ملتی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا نکاح کیا کرو طلاق نہ دیا کرو کہ طلاق سے اللہ تعالیٰ کا عرش لرز جاتا ہے، اس ارشاد کے پیش نظر طلاق دینے والوں کو چاہئے طلاق دینے میں جلد بازی نہ کریں، سوچ سمجھ کر نتائج پر غور کر کے قدم اُٹھائیں۔[1]

1 احمد بن علی (المتوفی 463ھ)، التاریخ بغداد، ص 12/191

ایک مرتبہ یا دو مرتبہ طلاق طلاق کہا تو یہ طلاق رجعی کہلاتی ہے، شریعت مطہرہ نے اس صورت میں گنجائش دی ہے کہ عدت گزرنے سے پہلے اگر میاں بیوی میں صلح ہو جاتی ہے تو ٹھیک ہے، نکاح کی ضرورت بھی نہیں۔ حیض کی حالت میں طلاق نہ دی جائے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ حضور ﷺ کو عرض کیا تو حضور ﷺ ناراض ہوئے، طلاق کا صحیح طریقہ یہ ہے عورت کو پاکی (طہر) کی حالت میں طلاق دے، ایک حیض گزرنے کے بعد جب وہ پاک ہو تو دوسری طلاق دے اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے، اِسے طلاق حسن کہتے ہیں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو بہ یک وقت تین طلاقیں دے دے تو یہ تین ہی واقع ہوں گی کہ تین تین عدد میں واضح ہے صریح ہے، چاہئے تھا کہ ایک ایک طہر میں تین طلاقیں دیتا، اس نے کیا بُرا ہے مگر اب تین ہی واقع ہو جائیں گی۔ [1]

آیہ مبارکہ میں فرمایا جب طلاق دو تو عورتوں کو ان کے عدت کے وقت میں طلاق دو، اس کا معنی یہ ہے کہ عورت حیض سے پاک ہو تو طلاق دو۔ فرمایا عدت کو شمار کرو، اس عدت میں بہت سے مسائل ہیں عدت گزارنے سے پہلے عورت کسی سے نکاح نہیں کر سکتی، عدت کے دوران عورت کا نان و نفقہ مرد کے ذمہ ہے، عدت گزرنے کے بعد عورت کو کسی طرح مجبور نہیں کیا جا سکتا وہ جہاں چاہے نکاح کرے۔ [2]

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا اللہ سے ڈرتے رہو کہیں کسی مسئلہ میں غلط قدم نہ اُٹھا بیٹھو، آیہ پاک میں فرمایا گیا کہ طلاق کے بعد فوراً عورتوں کو گھروں سے نہ نکال دو، اُنہیں اپنی سنگ دلی سے بے سہارا نہ کرو، عورت کو حق ہے کہ وہ عدت کے دن اپنے شوہر کے گھر گزارے اور شوہر اُسے نان و نفقہ دے، اور یہ خرچ برداشت کرے عورتوں کو بھی حکم دیا گیا کہ وہ بھی جلدی سے گھروں سے نہ نکلیں ہاں اگر عورت بد تمیزی کا مظاہرہ کرتی ہے شوہر سے لڑائی جھگڑا کرتی ہے یا بدکرداری کا مظاہرہ کرتی ہے تو ایسی صورتوں میں شوہر اُسے گھر سے نکال سکتا ہے۔ آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا کہ یہ مسائل اللہ کی حدود میں ہیں اور جو ان مسائل میں غلط رویہ اختیار کرے انہیں توڑ دے تو اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تجھے کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی دوسری صورت پیدا کر دے۔

---

1 محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب ما جاء فی طلاق السنۃ الرقم 1176 ص 3/ 471
احمد بن حنبل (المتوفی 241ھ)، مسند احمد، باب مسند عبداللہ بن عمر الرقم 5228 ص 9/ 186

2 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 23/ 22
مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/ 363

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝۲ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝۳

صدق اللہ العظیم

پھر جب وہ اپنی عدت کو پہنچنے لگیں تو ان کو اچھائی کے ساتھ روک لو یا اُن کو دستور کے مطابق جدا کردو اور اپنے دو نیک آدمیوں کو گواہ بنالو اور اللہ کیلئے گواہی دو یہ ان لوگوں کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کیلئے نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہے (۲) اور اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے تو وہ اسے کافی ہے بیشک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے بے شک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے (۳)

عورت کو جُدا کرنے میں حُسن سلوک کا حکم

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ جو مطلقہ عورت اپنی عدت پوری کرنے کے قریب پہنچ جائے تو تم سوچ لو اگر اس کو طلاق ایک دی ہے یا دو دی ہیں تو شوہر کو رجوع کرنے کا حق ہے اگر اُسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتا ہے تو اس کی یہ ایک یا دو طلاق رجعی ہے رجوع کر سکتا ہے، اگر رجوع کا ارادہ نہیں تو بھلائی کے ساتھ جدا کرو۔ اُسے تنگ کرنے کیلئے دھوکہ دینے کیلئے رجوع نہ کرو، اس کو جدا کرتے وقت اس کی دلجوئی کرو، ہو سکے تو اس کی مالی امداد کرو اس کی ضروریات زندگی مہیا کرو۔ تمہارے اس انداز سے اس کا غم ہلکا ہو گا، اچھے تعلقات کے وقت تو ہر کوئی بھلائی کرتا ہے تحائف دیتا ہے ایسی قطع تعلقی کی صورت میں دلجوئی کا اہتمام عظیم بات ہے، طلاق ہو یا رجوع دونوں صورتوں میں بہتر ہے مستحب ہے کہ دو نیک آدمی واقعہ کے گواہ بنائے جائیں خدانخواستہ یہ واقعہ جھگڑے کا سبب بن جاتا ہے اور معاملہ عدالت تک چلا جاتا ہے تو ان گواہوں کی گواہی کی روشنی میں قاضی کو صحیح

فیصلہ کرنے میں آسانی ہو گی۔

طلاق کے وقت گواہوں کا بنانا ضروری نہیں اگر گواہ کوئی نہ بھی ہو تو طلاق ہو جائے گی ایسے کسی نے طلاق سے رجوع کر لیا اور گواہ نہیں ہیں رجوع تو بھی درست ہو جائے گا اگر ان واقعات میں گواہی کی نوبت آجائے تو گواہوں کو حکم دیا جارہا ہے اللہ کے واسطے گواہی ٹھیک ٹھیک دیں، ان معاملات میں جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ اس کیلئے اس کی مشکلات و مصائب سے نجات کی راہ پیدا کر دے گا یہ ضابطہ عام ہے جو بھی کوئی کسی مرحلہ میں خدا کا ڈر محسوس کرے، اللہ پر ایمان رکھے قیامت پر ایمان رکھے، اخلاص اور محبت کے ساتھ احکام خداوندی کو مانے تو اللہ اُس کیلئے نجات کی راہ نکال دیتا ہے، اور اُسے ایسے انداز سے رزق عطا کرتا ہے کہ اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ پریشانیوں اور مشکلات سے نجات حاصل کرنے کیلئے قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ نے اس آیہ کے تحت ایک وظیفہ لکھا ہے اگر کوئی بندہ روزانہ پانچ سو مرتبہ پڑھا کرے "لاحول ولاقوۃ الاباللہ" تو اللہ اُسے مشکلات سے بچائے گا اول آخر درود شریف ضرور پڑھے۔ آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اُسے کافی ہے اور اللہ اپنا ہر کام پورا کرنے والا ہے اللہ نے ہر چیز کیلئے اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔[1]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَالّٰٓئِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓئِيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝٤ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ۝٥ صدق اللہ العظیم

اور تمہاری (مطلقہ) عورتوں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور اسی طرح ان کی بھی جنہیں ابھی حیض آیا ہی نہیں اور حاملہ عورتوں کی میعاد ان کے بچہ جننے تک ہے اور جو شخص اللہ سے ڈرتا رہتا ہے تو وہ اس کے کام میں آسانی پیدا کر دیتا ہے (۴) یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا ہے اور جو اللہ سے ڈرتا رہتا ہے اللہ اس کی برائیوں کو مٹا دیتا ہے اور اس کے اجر کو بڑا کر دے گا (۵)

1 قاضی محمد ثناء اللہ المتوفی 1225ھ، تفسیر مظہری، ص 9/321

آئسہ اور حاملہ کی عدت

اس آیہ مبارکہ میں اُن عورتوں کی عدت کا ذکر فرمایا گیا ہے جنہیں حیض نہیں آتا، یہ خواتین تین قسم کی ہیں، پہلی قسم: وہ خواتین ہیں جو بڑھاپے کو پہنچ گئی ہیں اور اُنہیں حیض آنے کی قطعی اُمید نہیں۔ اگر کسی ایسی خاتون کو طلاق ہو گئی ہے تو اس کی عدت تین ماہ ہے۔ دوسری قسم: ان خواتین کی ہے جو ابھی نابالغ ہیں یا جنہیں حیض تو نہیں آیا مگر عمر بلوغ کو پہنچ چکی ہے اگر کسی ایسی خاتون کو طلاق ہو گئی تو اس کی عدت بھی تین ماہ ہے، تیسری قسم: حمل والیوں کا ذکر ہے، فرمایا گیا ان کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہے بچہ پیدا ہو گیا تو عدت ختم ہو گئی، سبیعہ اسلمیہ فرماتی ہیں میں سعد بن خولہ کی بیوی تھی میرے شوہر نے حجۃالوداع کے موقعہ پر وفات پائی، اس وقت میں حاملہ تھی اُنہیں فوت ہوئے ابھی چند دن ہی گزرے تھے میرے ہاں بچہ پیدا ہوا، مجھے ایک آدمی نے بتایا تمہیں چار ماہ دس دن عدت پوری کرنی ہو گی میں نے یہ بات حضور ﷺ سے عرض کی تو آپ نے فرمایا تو آزاد ہے اگر کسی سے نکاح کرنا چاہو تو کر سکتی ہو۔ حمل والی کو طلاق کے بعد جس وقت بھی بچہ پیدا ہو گیا اس کی عدت ختم ہو جائے گی، اگر پیٹ میں کئی بچے ہیں تو عدت آخری بچے کی پیدائش پر ختم ہو گی[1]

اگر بچہ ساقط ہو گیا اور یہ یقین ہو کہ وہ ہی حمل ہے تو اس وقت بھی عدت ختم ہو جائے گی۔ آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا ان احکام کے سلسلہ میں لاپرواہی سے بچنا چاہیئے، غفلت نہ کرنا، خدا سے ڈرتے رہنا، اپنی زندگی کو پرہیزگاری میں ڈھالے رکھنا اور اس پرہیزگاری کو اپنا شعار بنائے رکھنا اگر تم نے ان اصولوں کو اپنائے رکھا، احکام خداوندی میں تبدل و تغیر سے بچے رہے تو اللہ تمہاری مشکلات کو آسان فرمادے گا اور تمہارے گناہوں کو مٹادے گا اس کے معاملات کو آسان کر دے گا اُسے نیک اعمال کی توفیق دے گا، جو شخص اللہ سے ڈرتا رہے گا اور حضور ﷺ کی سنتوں پر عمل کرے گا تو ایک نماز سے دوسری نماز اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس کے تمام صغیرہ گناہ مٹادیئے جائیں گے اور توبہ کرنے سے اس کے کبیرہ گناہ بھی مٹادیئے جائیں گے۔

---

1 اسماعیل بن عمر (المتوفی 744ھ)، تفسیر ابن کثیر، ص 8/172
قاضی محمد ثناء اللہ (المتوفی 1225ھ)، تفسیر مظہری، ص 9/324
سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ)، السنن ابوداؤد، باب بیان فی عدۃ الحامل الرقم 2306 ص 2/293

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ۞ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۞ صدق اللہ العظیم

اپنی حیثیت کے مطابق اُنہیں بھی وہاں ٹھہراؤ جہاں تم خود ٹھہرے ہو اور انہیں تکلیف نہ پہنچا نا کہ انہیں تنگ کرو اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر خرچ کرتے رہو حتیٰ کہ وہ بچہ جن لیں پس اگر وہ تمہاری خاطر دودھ پلائیں تو انہیں ان کی اُجرت دو اور اُجرت کے بارہ میں آپس میں دستور کے مطابق مشورہ کر لیا کرو اگر تم آپس میں طے نہ کر سکو تو اُسے کوئی دوسری دودھ پلائے (۶) وُسعت والا اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے اور جس پر اس کا رزق تنگ کر دیا گیا ہے تو وہ خرچ کرے جو اُسے اللہ نے دیا ہے اور اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اُسی قدر جتنا اس نے دیا ہے عنقریب اللہ تنگی کے بعد فراخی دے دے گا (۷)

مطلقہ حاملہ پر خرچ کرنا

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا کہ جن عورتوں کو طلاق ہو گئی ہے ان کو گھروں سے نہ نکالو، اس آیہ پاک میں حکماً فرمایا گیا ہے کہ ان کی عدت پوری ہونے تک اپنی حیثیت کے مطابق رہنے کا مکان دو، جہاں تم خود رہتے ہو اسی مکان کے کسی حصہ میں رکھو اگر اس عورت کو طلاق رجعی دی گئی ہے تو باہم کسی پردہ کی ضرورت بھی نہیں ہاں اگر طلاق بائن دی گئی ہے یا تین طلاقیں دے دی ہیں تو اب رشتہ نکاح ٹوٹ گیا ہے، اس کو سابق شوہر سے پردہ کرنا چاہئے، اسی لئے پردہ کے ساتھ اس مکان میں رہنے کا انتظام کیا جائے۔ پھر فرمایا گیا انہیں تکلیف نہ پہنچاؤ کہ اگر وہ ایام عدت میں تمہارے پاس رہ رہی ہے تو طعن و تشنیع کر کے تنگ نہ کرو یا اس کی ضروریات میں تنگی کر کے اُسے پریشان نہ کرو کہ وہ نکلنے پر مجبور ہو جائے ایک اور ارشاد فرمایا گیا اگر وہ خواتین جنہیں طلاق دے دی گئی ہے اگر وہ

حاملہ ہیں تو ان پر اس وقت تک خرچ کرتے رہو حتیٰ کہ بچہ پیدا ہو جائے، مطلقہ حاملہ کے متعلق پوری اُمت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس کا خرچ بچہ ہونے تک شوہر پر لازم ہے۔ اسی طرح جسے طلاق رجعی ہوئی ہے اس کا نان و نفقہ بھی بذمہ شوہر ہے، کہ اس سے ابھی تک نکاح ہی نہیں ٹوٹا۔ ایک اور حکم فرمایا گیا کہ اگر حاملہ مطلقہ عورت جس کی عدت بچہ پیدا ہونے پر ختم ہو گئی اور اب اس کا نان و نفقہ تو شوہر پر لازم نہیں اگر مطلقہ ماں بچے کو دودھ پلائے تو دودھ پلانے کا معاوضہ لینا اور دینا جائز ہے "واتمرو " کا معنی یہ ہے کہ دودھ پلانے کی اُجرت میں میاں بیوی کو اس کی ہدایت کی گئی ہے کہ باہمی جھگڑے کی نوبت نہ آئے، مطلقہ بیوی عام اُجرت سے زیادہ نہ مانگے شوہر عام اُجرت کے مطابق دینے سے انکار نہ کرے، ایک دوسرے کے ساتھ رواداری کا معاملہ کریں اگر دودھ پلانے کا معاملہ باہمی مشورہ سے طے نہیں ہو سکتا تو دوسری عورت سے معاوضہ پر دودھ پلوایا جا سکتا ہے۔

اگر دوسری عورت دودھ پلائے تو مناسب ہے کہ دودھ پلانے والی عورت بچے کو ماں کے پاس رکھ کر دودھ پلائے، ماں سے الگ کر کے دودھ پلانا درست نہیں، بچے کی تربیت اس کی نگرانی ماں کا حق ہے اس سے یہ حق چھینا نہ جائے، نان و نفقہ کے سلسلہ میں حکم فرمایا گیا کہ یہ خرچ آدمی کی حیثیت کے مطابق ہو گا جس سے واضح ہوتا ہے کہ خرچ میں بیوی کی حالت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ شوہر کی حیثیت کے مطابق خرچ دینا لازم ہو گا اگر شوہر مالدار ہے تو امیرانہ خرچ لازم ہو گا اگر غریب ہے تو اس کی حیثیت کے مطابق ہو گا، ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کی تکلیف نہیں دیتا کسی کو یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ تنگی ہے تو یہ تنگی ہمیشہ رہے گی، تنگی اور فراخی اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے وہ تنگی کے بعد فراخی بھی دے سکتا ہے، اس سارے رکوع میں طلاق، نان و نفقہ، دودھ پلانا، مطلقہ کو ٹھہرانا، گواہوں کا مقرر کرنا، مطلقہ خواتین کو تنگ نہ کرنا، خرچ کے سلسلہ میں میاں بیوی کا باہمی مشورہ کرنا، ماں کے علاوہ دوسری خاتون کا دودھ پلانا وغیرہ قریباً چودہ، پندرہ احکام ہیں۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ⑧ فَذَاقَتْ وَبَالَ

اور کتنی بستیاں تھیں جنہوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی تو ہم نے ان کا بڑی سختی سے محاسبہ کیا اور انہیں سخت سزا دی (۸) پس

اَمۡرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمۡرِهَا خُسۡرًا ۝٩ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمۡ عَذَابًا شَدِيۡدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِى الۡاَلۡبَابِ ۛۚ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ۛۚ قَدۡ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اِلَيۡكُمۡ ذِكۡرًا ۝١٠ رَّسُوۡلًا يَّتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخۡرِجَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ؕ وَمَنۡ يُّؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ وَيَعۡمَلۡ صَالِحًا يُّدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ؕ قَدۡ اَحۡسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزۡقًا ۝١١

انہوں نے اپنے اعمال کی سزا چکھ لی اُن کے کام کا انجام خسارہ ہی خسارہ تھا (۹) ان کیلئے اللہ نے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، اے عقل والو! اللہ سے ڈرو جو ایمان لائے ہو بے شک اللہ نے تمہاری طرف ذکر نازل فرمایا (۱۰) ایک ایسا رسول جو تمہیں اللہ کی روشن آیات پڑھ کر سناتا ہے تا کہ ایمان اور عمل صالح والوں کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے اور جو اللہ پر ایمان لاتا ہے اور اچھے کام کرتا ہے تو اللہ اُسے ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے بے شک اللہ نے اس مومن کو بہترین رزق عطا فرمایا (۱۱)

احکام خُداوندی کی نافرمانی کا انجام

پچھلی آیات مبارکہ میں ازدواجی زندگی کے کم و بیش پندرہ۔ سولہ احکام ارشاد ہوئے، اب ان آیات مبارکہ میں تنبیہ فرمائی جارہی ہے کہ اگر تم نے احکام خداوندی کی پرواہ نہ کی اور انہیں بگاڑا تو تمہارے اس کردار کا نتیجہ خطرناک ہوگا تم سے پہلی قوموں نے جب کوئی ایسا قدم اُٹھایا احکام بگاڑے رسولوں کی بات نہ مانی، نافرمانی کو ہی اپنی زندگی کا اُصول بنالیا تو ان کا انجام کیا ہوا، شہروں کے شہر برباد ہوگئے، اُن گستاخوں کی بستیاں اُجڑ گئیں، ان پر سخت گرفت ہوئی، عذاب نازل ہوا، جس نے اُنہیں برباد کر دیا۔ آیہ مبارکہ میں عذاب سے مراد دنیا کا عذاب ہے جو بہت سی قوموں پر نازل ہوا ہے اس صورت میں بعد میں آنے والے جملہ " اعد اللہ " یہ عذاب آخرت سے

متعلق رہے گا، ان منکرین کے عذاب کو "حاسبنا اور عذبنا" ماضی کے صیغوں سے بیان فرمانا، اس عذاب کے یقینی ہونے کی طرف اشارہ ہے گویا یہ کام ہو چکا[1]

اِسی دنیا میں انہیں اُن کی بداعمالیوں کا مزہ چکھا دیا گیا اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے عذاب کا مشاہدہ کر لیا اُنہوں نے اچھی طرح معلوم کر لیا اُنہیں احکام بگاڑنے رسولوں کے نہ ماننے کے سلسلہ میں کس قدر نقصان اور خسارہ ہوا صرف خسارہ ہی نہیں وہ رُسوا بھی ہوئے، ذلت کے گڑھے میں بھی گر گئے، قیامت کو شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے، عقل والوں سے فرمایا گیا کہ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں، عقل مند وہ ہیں جو ایمان لائے۔ انہیں فرمایا گیا خدا کی طرف سے تم پر ذکر نازل فرمایا گیا یعنی قرآن پاک، اُسے مانو، رسول بھیجا گیا جو تم پر روشن آیات پڑھتا ہے۔

تا کہ ایمان والوں اور اچھے کام کرنے والوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے جائے، پچھلے رکوع میں جو خاندانی تعلقات، ازدواجی معاملات ذکر ہوئے اُنہیں بگاڑ کر زندگی گزارنا اندھیرے میں رہنا ہے، ان احکام کو مان کر چلنا روشنی میں چلنا ہے، جو اللہ پر ایمان لائے کام اچھے کئے انہیں قیامت کے دن باغات میں جگہ دی جائے گی جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے بے شک اللہ نے مومن کو بہترین رزق دیا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾ صدق اللہ العظیم

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا فرمائے اور زمین کو بھی انہیں کی طرح ان کے درمیان حکم نازل ہوتا رہتا ہے، تا کہ تم جان لو کہ اللہ (تعالیٰ) ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک اللہ (تعالیٰ) نے اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے (۱۲)

سات زمینوں کی حقیقت

اس آیہ مبارکہ میں رب قدوس جل مجدہٗ کی قدرت کا ذکر ہے کہ اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور اسی طرح زمینیں بھی یعنی جیسے سات ہیں، زمینیں بھی سات ہیں یا مثال کا یہ معنی ہے جیسے آسمانوں کی تخلیق

1 اسماعیل بن مصطفیٰ (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 10/40
مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/367

حیران کن ہے اور لاجواب دکھائی دیتی ہے ایسے ہی زمینوں کی تخلیق بھی انتہائی حیران کن ہے جس کا جواب نہیں، یہ زمینیں آسمانوں کی طرح کیسے ہیں اوپر نیچے طبقات ہیں یا تہ بہ تہ بنیں اگر اوپر نیچے ہیں تو کیا جس طرح آسمانوں میں ہر دو آسمان کے بعد بڑا فاصلہ ہے اور ہر آسمان میں الگ الگ فرشتے آباد ہیں اسی طرح ایک زمین اور دوسری زمین کے درمیان فاصلہ ہے اور ہوا ہے فضا ہے اور اس میں کوئی مخلوق آباد ہے یا یہ طبقات ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔

امام فخر الدین رازی [1] کہتے ہیں سات زمینوں سے مراد سات براعظم ہیں جنہیں بڑے بڑے سمندر ایک دوسرے سے جدا کئے ہوئے ہیں، جمہور کا کہنا ہے یہ مثلیت عدد میں ہے یعنی سات آسمانوں کی طرح سات زمینیں ہیں۔ [2]

حضرت خالد بن ولید مخزومی فرماتے ہیں حضور ﷺ اپنی ایک دعا میں اس طرح فرمایا اے اللہ تو ساتوں آسمانوں کا مالک ہے ساتوں زمینوں کا مالک ہے [3]

آسمانوں زمینوں کی تخلیق کے بعد فرمایا زمین و آسمان میں اللہ کے احکام کا نزول ہوتا ہے اور ہر جگہ ان احکام کی تعمیل ہو رہی ہے غور و فکر سے کام لو گے تو پتہ چل جائے گا کہ اس کا علم کائنات کو احاطہ کئے ہوئے ہے، اللہ کا حکم ان ساتوں آسمانوں اور زمینوں کے درمیان نازل ہوتا رہتا ہے، حکم الٰہی کی ایک قسم تشریعی ہے جو اللہ کے مکلّف بندوں کیلئے بذریعہ وحی انبیاء علیہم السلام کے واسطہ بھیجا جاتا ہے اس میں عقائد عبادات، اخلاق، معاملات، معاشرت کے قوانین ہوتے ہیں ان کی پابندی پر ثواب اور خلاف ورزی پر عذاب ہوتا ہے، حکم کی دوسری قسم تکوینی ہے، یعنی تقدیر الٰہی، اس میں موت و حیات، کمی بیشی، ترقی تنزلی، خواہ کوئی مخلوق احکام شریعہ کی مکلّف نہ ہو، درند پرند، چرند اس پر بھی " یتنزل الامر " صادق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا امر تکوینی اس پر بھی حاوی ہے۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ سورۃ الطلاق کی تفسیر مکمل ہوئی، اللہ کرے مرنے سے پہلے باقی پارے بھی مکمل ہوں۔

---

1 آپ فخر الدین رازی کے نام سے مشہور ہیں۔آپ کا تعلق ایران کے مشہور شہر سے تھا۔آپ شافعی المسلک تھے۔ لیکن متعصب نہ تھے۔ حاسدین نے آپ کو زہر دے دیا۔آپ 1209 عیسوی کو انتقال کر گئے۔

2 محمد بن عبداللہ (المتوفی 1270ھ)، تفسیر روح المعانی، ص6/ 205

محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، تفسیر کبیر، ص30/ 566

اسماعیل بن عمر (المتوفی 744ھ)، تفسیر ابن کثیر، ص8/ 178

3 محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب الرقم 3523ص5/ 538

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

سورۃ التحریم

اس سورۃ پاک کا سورۃ الطلاق سے ربط یہ ہے کہ سورۃ الطلاق کا آغاز بھی "یایھا النبی" سے ہے اور اس کا آغاز بھی "یایھا النبی" سے ہے، یہ دونوں سورتیں خواتین کے احکام کے ساتھ مخصوص ہیں، سورۃ الطلاق میں طلاق، عدت کے مسائل ہیں اس سورۃ میں ازواج سے اچھے تعلقات کا ذکر ہے۔

اس سورت میں ازواج مطہرات میں سے ایک زوجہ محترمہ نے ایک راز کی بات دوسری کو بتادی اس پر تنبیہ کی گئی، اس سورۃ میں حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی دو کافر بیویوں کا اور فرعون کی مومنہ بیوی آسیہ کا ذکر ہے۔ اس سورۃ پاک میں حضور ﷺ کے ایک واقعہ کا ذکر ہے جس میں آپ نے بعض ازواج مطہرات کی خوشنودی کیلئے شہد سے اجتناب کر لیا تھا، یہ سورۂ پاک ۷ یا ۸ ہجری کو مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس سورۃ پاک کی بارہ آیات اور دو رکوع ہیں۔[1]

اس سورۃ پاک میں ازواج مطہرات کو حضور ﷺ کے ادب کا درس دیا گیا ہے۔ اس سورۃ پاک میں غلامان مصطفیٰ ﷺ کو بھی بتایا گیا ہے کہ وہ بھی دوزخ سے بچیں اور اپنے اہل و عیال کی صحیح تربیت کریں، اس سورۃ پاک میں عام انسانوں کو توبہ کرنے کا درس دیا گیا ہے۔ اس سورۃ پاک میں مومنین و کفار کا ذکر فرما کر بتایا گیا ہے کہ یہ دونوں گروہ اپنے اپنے مقام کو اچھی طرح جان لیں، اس سورۃ پاک میں حضرت آسیہ حضرت مریم کی پاکدامنی کا ذکر کر کے مسلم خواتین کو ان کے نقش قدم پر چلنے کا درس دیا گیا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 اسماعیل بن عمر (المتوفی 744ھ)، تفسیر ابن کثیر، ص 8/180
قاضی محمد ثناء اللہ (المتوفی 1225ھ)، تفسیر مظہری، ص 9/335

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَۚ
تَبۡتَغِیۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِكَؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ
رَّحِیۡمٌ ① قَدۡ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمۡ تَحِلَّةَ
اَیۡمَانِكُمۡۚ وَاللّٰهُ مَوۡلٰىكُمۡۚ وَهُوَ الۡعَلِیۡمُ
الۡحَكِیۡمُ ② وَاِذۡ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعۡضِ
اَزۡوَاجِهٖ حَدِیۡثًاۚ فَلَمَّا نَبَّاَتۡ بِهٖ وَاَظۡهَرَهُ
اللّٰهُ عَلَیۡهِ عَرَّفَ بَعۡضَهٗ وَاَعۡرَضَ عَنۡۢ
بَعۡضٍۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتۡ مَنۡ اَنۡۢبَاَكَ
هٰذَاؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الۡعَلِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ ③

صدق اللہ العظیم

اے نبی (مکرم) آپ اُس چیز کو حرام کیوں کرتے ہیں جسے اللہ نے آپ پر حلال کر دیا ہے آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اللہ غفور و رحیم ہے (۱) بے شک اللہ نے تمہاری قسموں کی گرہ کھولنے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ ہی تمہارا کارساز ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا بہت دانا ہے (۲) اور جب (نبی کریم) نے رازداری سے اپنی ایک بیوی کو بات بتائی پھر جب اُس نے (دوسری کو) راز بتا دیا تو اللہ نے آپ کو اس پر آگاہ کر دیا آپ نے (اس بیوی کو) کچھ بتا دیا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی پس جب آپ نے اس کو اس پر آگاہ کیا تو اس نے پوچھا آپ کو اس کی خبر کس نے دی؟ فرمایا مجھے اس نے بتایا جو علیم و خبیر ہے (۳)

شہد حضور ﷺ کی پسندیدہ غذا

ان آیات مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: حضور سید عالم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ نماز عصر کے بعد اُمہات المومنین کے حجروں میں تھوڑی تھوڑی دیر تشریف لے جاتے ۔ایک دفعہ حضور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو کسی نے شہد کا تحفہ پیش کیا، جب حضور ﷺ ان کے مبارک حجرہ میں تشریف لے جاتے تو آپ بڑے اہتمام

سے شہد پیش کرتیں اور حضور ﷺ بڑے پیار سے نوش فرماتے، شہد آپ کو پسند تھا، دوسری ازواج مطہرات کی نسبت ان کے حجرہ میں وقت زیادہ لگ جاتا، یہ بات حضرت عائشہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کو ناگوار گزری، دونوں نے فیصلہ کیا کہ حضور ﷺ جب حضرت زینب کے بعد ان میں سے کسی کے ہاں آئیں تو وہ یہ کہہ دیں حضور آپ کے منہ سے مغافیر کی مہک سی آرہی ہے، کیا آپ نے مغافیر تناول فرمایا ہے، مغافیر عرفط درخت کی گوند ہے جس سے ناگوار سی مہک محسوس ہوتی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا نہیں کوئی ایسی بات نہیں، میں نے مغافیر نہیں کھایا، البتہ زینب کے ہاں شہد پیا ہے، اس کے بعد میں شہد نہیں پیوں گا، تم کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا اس وقت ان آیات مبارکہ کا نزول ہوا۔[1]

اس سلسلہ میں دوسری روایت اس طرح ملتی ہے حضور ﷺ نے مختلف بادشاہوں کو اسلام قبول کرنے کیلئے دعوت نامے بھیجے جب آپ کا گرامی نامہ اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس کے پاس گیا تو اس نے قاصد کی بڑی تعظیم کی جب وہ واپس آیا تو بادشاہ نے دو لڑکیاں ساتھ بھیج دیں، یہ دونوں لڑکیاں مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے مسلمان ہو گئیں، ان میں سے ایک ماریہ نامی لڑکی کو آزاد کر کے حضور ﷺ نے اپنی زوجیت میں شرف بخشا، حضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم انہیں سے پیدا ہوئے، ایک موقعہ حضرت ماریہ حضرت حفصہ کے گھر آئیں، حضرت حفصہ گھر میں موجود نہ تھیں جب وہ آئیں تو حضرت ماریہ کو اور حضور ﷺ کو اپنے گھر دیکھ کر پریشان ہو گئیں کہ میرے گھر میں ماریہ حضور سے ملی ہیں، حضور ﷺ نے اپنی غمزدہ بیوی حضرت حفصہ کو مطمئن کرنے کیلئے قسم کھائی اور فرمایا میں آئندہ ماریہ سے ازدواجی تعلق نہیں رکھوں گا، اور حضرت حفصہ کو تاکید کی کہ یہ خبر آگے نہ بتائے، دونوں واقعات کو محض معلومات کیلئے ذکر کر دیا ہے، اصل واقعہ پہلا شہد والا ہی ہے۔[2]

شارح مسلم امام نووی نے پہلے واقعہ کو ہی صحیح قرار دیا ہے، وہ کہتے ہیں سچ بات یہی ہے کہ یہ آیت شہد کے قصہ میں نازل ہوئی ہے اور ماریہ کے واقعہ میں نازل نہیں ہوئی، فرماتے ہیں ماریہ کا واقعہ کسی صحیح سند سے

---

1 احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 9/344
حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص 8/162
محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، تفسیر کبیر، ص 30/568
محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص 18/177

2 احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 9/344

روایت نہیں، حضرت ماریہ کے واقعہ کی آڑ میں اسلام دشمن مصنفین نے حضور ﷺ کی ذات والا صفات پر زبان طعن دراز کی ہے حالانکہ یہاں اعتراض کی کوئی صورت بنتی ہی نہیں حضرت ماریہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرہ میں سے ایک تھیں، اپنی بیوی سے تنہائی، خلوت، کسی قانون، کسی شریعت اور کسی نظام حیات میں قبیح نہیں اگرچہ حضرت ماریہ کے واقعہ میں قطعی کوئی قباحت نہیں تاہم امام نووی شارح مسلم کی بات ہی وزنی معلوم ہوتی ہے کہ یہ آیت شہد کے قصہ میں نازل ہوئی ہے، ماریہ کے واقعہ میں نازل نہیں ہوئی۔ [1]

حضور ﷺ نے اپنی ازواج کی خوشنودی کیلئے شہد کا نہ پینا اپنے پر لازم کر لیا جس سے حضور ﷺ کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑا، اللہ رب العزۃ کو یہ بات پسند نہ تھی کہ حضور ﷺ کو تکلیف پہنچے، اس لئے فرمایا محبوب آپ نے ایسا کیوں کیا، آپ کو اپنی ازواج کی خوشنودی مطلوب ہے تو مجھے آپ کی راحت مرغوب ہے، آپ کا آرام، سکون، مطلوب ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنے اوپر شہد کو حرام نہیں کیا تھا بلکہ اپنے آپ کو اس کے استعمال سے روک لیا تھا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے "لن اعودله" میں دوبارہ ہرگز شہد نہیں پیوں گا۔ [2]

محبوب آپ کے بلند مقام کے پیش نظر یہ شہد والی بات بھی مناسب نہ تھی لیکن ہم غفور ہیں رحیم ہیں، حضور ﷺ کو یہ خطاب کسی ناراضگی کی وجہ سے ہرگز نہیں بلکہ مزید اعتناء کی وجہ سے ہے، اللہ تعالیٰ کو یہ گوارہ نہیں کہ آئینہ نبوت پر رائی سا غبار بھی پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسموں کی گرہ کھولنے کا طریقہ (کفارہ) مقرر کر دیا ہے اور اللہ ہی تمہارا کارساز ہے، وہی علیم و حکیم ہے۔ وہ راز کی بات کون سی تھی جو حضور ﷺ نے اپنی ایک اہلیہ کو بتائی تھی اور منع فرمایا تھا کسی کو نہ بتانا، وہ یہ تھی کہ میں نے شہد نہ پینے کی قسم اٹھائی ہے تم یہ کسی کو نہ بتانا، اس بیوی نے دوسری کو بتا دیا تو اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے آپ پر ظاہر کر دیا جب آپ نے اس زوجہ محترمہ کو بتایا تو انہوں نے کہا آپ کو یہ کس نے بتایا ہے تو فرمایا مجھے میرے اللہ نے بتایا ہے جو علیم و خبیر ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/376
نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 3/466
2 مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب وجوب الکفارۃ علی من حرم امراتہ الرقم 1474 ص 2/1100
احمد بن شعیب (المتوفی 303ھ)، سنن نسائی، باب تاویل ھذہ الایۃ علی وجہ اخر الرقم 3421 ص 6/151

اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُكُمَا‌ ۚ
وَاِنۡ تَظٰهَرَا عَلَيۡهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوۡلٰٮهُ
وَجِبۡرِيۡلُ وَصَالِحُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ‌ ۚ وَالۡمَلٰٓـئِكَةُ
بَعۡدَ ذٰلِكَ ظَهِيۡرٌ‏ ④ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنۡ
طَلَّقَكُنَّ اَنۡ يُّبۡدِلَهٗۤ اَزۡوَاجًا خَيۡرًا مِّنۡكُنَّ
مُسۡلِمٰتٍ مُّؤۡمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓـئِبٰتٍ
عٰبِدٰتٍ سٰٓـئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبۡكَارًا
⑤ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ
وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُهَا النَّاسُ
وَالۡحِجَارَةُ عَلَيۡهَا مَلٰٓـئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ
لَّا يَعۡصُوۡنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمۡ وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا
يُؤۡمَرُوۡنَ ⑥

اگر تم دونوں اللہ کے حضور توبہ کرو اور تمہارے دل بھی مائل ہو چکے ہوں (تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے) اور اگر تم دونوں ایک دوسری کی مدد کرتی رہیں تو جان لو اللہ (تعالیٰ) آپ کا مددگار ہے، جبریل اور نیک بخت مومنین بھی (آپ کے مددگار ہیں) ان کے علاوہ سارے فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں (۴) کچھ بعید نہیں کہ اگر نبی (کریم) تم کو طلاق دے دیں تو آپ کا رب تمہارے عوض آپ کو ایسی بیویاں دے دے جو تم سے بہتر ہوں گی، ایمان والیاں فرمانبردار توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار، روزہ دار، کچھ پہلے بیاہیاں اور کچھ کنواریاں (۵) اے ایمان والو تم اپنے آپ کو بچاؤ اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے اس پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جو بڑے سخت مزاج ہیں اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے، جس کا انہیں حکم دیا ہے فوراً بجالاتے ہیں (۶)

اہل وعیال کو آگ سے بچانے کا حکم

اس آیہ مبارکہ میں اُن ازواج مطہرات کا ذکر ہے جن کا اجمالی ذکر اوپر آیا ہے، کہ انہوں نے باہم مشورہ کر کے حضور ﷺ کے شہد پینے پر ایسا طرز اختیار کیا جس سے حضور ﷺ نے شہد پینے سے قسم کھالی اور پھر آپ نے اس کے پوشیدہ رکھنے پر فرمایا تھا، وہ رازہ پوشیدہ نہ رکھ سکیں بلکہ ایک نے دوسری پر بات کھول دی یہ دو کون ہیں ان کے متعلق صحیح بخاری شریف میں ابن عباس کی ایک طویل روایت ہے جس میں انہوں نے فرمایا

میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ عمر فاروق سے پوچھوں وہ خواتین کون تھیں جن کے متعلق قرآن مقدس نے " ان تتوبا الی اللہ " کا ارشاد فرمایا ہے، چنانچہ ایک سفر میں عمر فاروق کے ساتھ حج میں شریک سفر تھا، آپ قضاء حاجت کے بعد تشریف لائے تو میں نے وضو کیلئے پانی کا انتظام کر رکھا تھا، میں نے وضو کراتے ہوئے یہ سوال پوچھا کہ یہ دو خواتین کون تھیں جن کے متعلق قرآن مقدس نے "ان تتوبا الی اللہ" کا ارشاد فرمایا ہے، حضرت عمر نے فرمایا تعجب ہے آپ کو پتہ نہیں یہ دونوں خواتین حضرت حفصہ اور عائشہ (رضی اللہ عنہما) ہیں۔اس آیہ کریمہ میں ان دونوں ازواج مطہرات کو خطاب کر کے فرمایا گیا اگر تم توبہ کرو جیسا کہ اس واقعہ کا تقاضا ہے حضور ﷺ کی محبت ہر مومن کا فرض ہے مگر تم نے باہمی مشورہ کر کے ایسی صورت اختیار کی جس سے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچی اس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔[1]

"ان تظاهرا علیہ" میں فرمایا گیا اگر تم نے توبہ نہ کر کے حضور ﷺ کو راضی نہ کیا تو یہ نہ سمجھو کہ آپ کو کوئی نقصان پہنچے گا کیونکہ آپ کا تو اللہ مولیٰ اور وکیل ہے اور جبریل امین اور سب نیک مسلمان اور ان کے بعد سب فرشتے جن کی رفاقت اور اعانت پر سب لگے ہوں اس کو کوئی کیا نقصان پہنچا سکتا ہے، نقصان اور ضرر جو کچھ ہے تمہارا ہی ہے۔آیہ کے اگلے حصہ میں عورتوں کے اس خیال کا جواب ہے کہ اگر ہمیں طلاق دے دی تو ہم جیسی دوسری عورتیں شاید آپ کو نہ ملیں، ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کیا چیز باہر ہے اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو وہ تم جیسی ہی نہیں بلکہ تم سے بہتر عورتیں عطا فرمادے گا، پکی مسلمان، ایمان والیاں، فرمانبردار، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار، روزہ دار، شادی شدہ اور کنواریاں۔

اگلی آیہ پاک میں ایمانداروں کو ارشاد ہے، اے ایمان والو! جب ازواج مطہرات کو بھی عمل صالح اور اطاعت سے چارہ نہیں اور حضور ﷺ خود بھی مامور ہیں کہ اپنی ازواج مطہرات کو نصیحت کر کے عمل صالح پر آمادہ کریں تو باقی لوگوں پر تو اور زیادہ ضروری ہو گیا کہ اپنے اہل و عیال کی اصلاح اعمال میں غفلت نہ برتیں، اس لئے حکم دیا گیا تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اپنے کو بچانا خود اطاعت کرنا ہے اور گھر والوں کو بچانا ان کو احکام الٰہیہ سکھانا ہے، اور ان پر عمل کیلئے زبان سے ہاتھ سے روکنا اور حکم دینا ہے

---

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب موعظة الرجل ابنة لحال زوجها الرقم 5191 ص 7/28
مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب فی ایلاء و اعتزال النساء الرقم 1479 ص 2/1111

۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور اپنے کو جہنم سے بچانے کی بات سمجھ میں آگئی، اہل وعیال کو کس طرح بچائیں فرمایا اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جن کاموں سے منع فرمایا ہے ان کاموں سے ان سب کو منع کرو، اور جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے انہیں حکم دو۔ تو یہ عمل انہیں جہنم سے بچائے گا۔[1]

جس آگ سے بچانا ہے اس کی حالت کا ذکر ہے جس پر تند خو، مضبوط اور قوی فرشتے متعین ہیں نہ وہ کسی پر رحم کریں نہ کوئی ان کا مقابلہ کر کے بچ سکے وہ فرشتے خدا کی نافرمانی نہیں کرتے جو حکم دیتا ہے فوراً بجالاتے ہیں۔

وَصلَّى اللهُ تَعالىٰ علىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۞

اے کفار! آج بہانہ نہ بناؤ تمہیں تمہارے کردار کا بدلہ ملے گا (۷) اے ایمان والو! اللہ کی بارگاہ میں خالص دل سے توبہ کرو، اُمید ہے تمہارا رب تم سے تمہارے گناہ مٹا دے گا اور تمہیں ایسے باغات میں داخل کر دے گا جن میں نہریں بہہ رہی ہوں گی اس دن اللہ اپنے نبی کو اور ان لوگوں کو جو آپ پر ایمان لائے اس دن اُن کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں جانب وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب ہمارے لئے ہمارا نور اور مکمل فرما دے اور ہمیں بخش دے تو ہر چیز پر قادر ہے (۸)

صدق اللہ العظیم

توبہ نصوح کی وضاحت

1 محمد بن عبداللہ (المتوفی 1270ھ)، تفسیر روح المعانی، ص 14/351

اس آیہ مبارکہ میں کفار سے فرمایا جارہا ہے اے کفار! تمہاری سرکشی کی سزا قیامت کو تمہیں دی جائے گی اور تمہاری طرف سے کسی قسم کا عذر، بہانہ، معذرت قبول نہ ہو گی۔ قیامت کے دن عذر پیش کرنے سے تمہیں کسی قسم کا فائدہ بھی نہیں ہو گا،اس عنوان کو قرآن مقدس نے دوسری جگہ پر اس طرح فرمایا ہے" فیومئذ لا ینفع الذین ظلموا معذرتھم "اس دن ظالموں کا عذر پیش کرنا ان کیلئے مفید نہیں ہو گا۔[1]

کفار کو تنبیہ کے بعد ایمانداروں سے فرمایا جارہا ہے ایمان والو! اللہ کے حضور خلوص دل سے توبہ کرو تمہاری توبہ نفاق، ریا اور سستی کی آلائشوں سے پاک ہونی چاہئے، " توبۃ نصوحا" کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے جیسے تم نے اپنی بد عملی سے تقویٰ کے لباس کو چیر پھاڑ دیا ہے اب توبہ ایسی کرو وہ پاک ہو جائیں اور چیر پھاڑ کا کوئی نشان باقی نہ رہے، اس "توبہ نصوحا" کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ تو ایسی خاص الخاص توبہ کر کہ اس کے اثرات نمایاں ہوں، تمہاری روحانی تبدیلی کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی متاثر ہوں، خالص توبہ کا عنوان ایک حدیث شریف سے اس طرح ملتا ہے حضرت معاذ عرض کرتے ہیں یارسول اللہ "توبۃ النصوحا" کسے کہتے ہیں جواب فرمایا بندہ کئے گناہ پر شرمسار ہو، بارگاہِ قدس سے معذرت طلب کرے جو گناہ کر چکا ہے وہ گناہ دوبارہ صادر نہ ہو، جیسے دوہا ہوا دودھ گائے بھینس کے تھنوں میں دوبارہ نہیں جا سکتا، ایسے گناہ بھی دوبارہ نہ ہوں۔[2]

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سچوں کی توبہ یہ ہے کئے گئے گناہوں پر شرمسار ہو، کسی کا حق چھینا ہے تو لوٹا دے، فرائض رہ گئے ہیں تو قضائی دے، کسی پر زیادتی کی ہے معافی مانگ لے، پختہ عہد کرے کہ آئندہ گناہ نہیں کرے گا، جیسے پہلے نفس کو بدکاری میں مصروف رکھا، اب اطاعت الٰہی میں مصروف رکھ، خلوص دل سے توبہ کا نتیجہ یہ ہو گا، اللہ تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا۔ حسین ترین باغات میں داخل کرے گا جن میں نہریں چل رہی ہوں گی۔[3]

---

1 الروم، 30:57
2 احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص4/ 209
عبد الرحمن بن ابی بکر (المتوفی 911ھ)، تفسیر در منشور، ص8/ 227
3 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص3/ 470
مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص4/ 378

اس آیہ کے اگلے حصہ میں کفار و مشرکین کی ایک بکواس کا جواب دیا گیا ہے ، کفار کا کہنا یہ تھا کہ جیسے مسلمان آج دنیا میں کمزور ہیں ، غریب ہیں ، فقیر ہیں اور ہم ہر طرح کی خوبی رکھتے ہیں ان کا کہنا تھا اول تو قیامت آئے گی ہی نہیں اگر آئی بھی تو ہماری چہل پہل عزت ، چودھراہٹ آج کی طرح ہی ہو گی اور یہ مسلمان آج کی طرح غربت و مسکنت میں پھنسے ہوں گے ۔اس آیہ مبارکہ میں جواب دیا گیا ہے ، ہمارے حبیب کریم (ﷺ) اور ان کے غلام قیامت کے دن سرخرو ہوں گے ، اللہ تعالیٰ انہیں سرفرازی بخشے گا میرے محبوب قیامت کے دن مقام محمود پر جلوہ گر ہوں گے ، لواء الحمد آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہو گا ، تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ کے دامن میں پناہ لیتے ہوں گے اور وہ مسلمان جو آپ پر ایمان لائے وہ بھی سرخرو ہوں گے ۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اور ان کے غلاموں کو رسوا ہرگز نہیں کرے گا ، اہل ایمان قیامت کے دن ممتاز اس طرح ہوں گے ان کے آگے ان کا نور ایمان روشن ہو گا ، دائیں جانب بھی روشنی ہو گی ، ایماندار کہیں گے اے اللہ ہمارے نور کو اور روشنی بخش دے تو ہر چیز پر قادر ہے ۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۹﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ صدق اللہ العظیم

اے نبی (مکرم ﷺ) ! کفار اور منافقین سے جہاد جاری رکھو اور ان پر سختی کرو اور (آخرت میں) ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بُری جگہ ہے (۹) اور بیان فرمائی ہے اللہ نے کفار کیلئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال وہ دونوں ہمارے نیک بندوں کے نکاح میں تھیں پھر اُن دونوں نے ان دونوں سے خیانت کی پس وہ دونوں (شوہر) اللہ کے مقابلہ میں ان کی کوئی مدد نہ کر سکے اور انہیں (یانت کرنے والیوں کو) حکم ملا کہ تم دونوں داخل ہونے والوں کے ساتھ دوزخ میں داخل ہو جاؤ (۱۰)

کفار و منافقین سے جہاد حکم

اس آیہ کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ کفار و منافقین سے جہاد کریں، یہ جہاد میدان جنگ میں تلوار سے ہے، میدان دلائل میں قوت بیان سے ہے، محبوب کفار و منافقین کے ساتھ ہر میدان میں اُتریں اور دین حق کی سر بلندی کیلئے کام کریں، ہر میدان میں آپ کی گرفت ایسی مضبوط ہو گی کہ دشمن لرزہ براندام ہو جائے۔ کفار و منافقین سے جنگ کرنے کے حکم سے ایک بات اور واضح ہوتی ہے حضور ﷺ کو منافقین کا علم ہے کہ کون منافق ہے کون کافر ہے، یہ اشارہ آپ کے علم وسیع ہونے کی دلیل ہے۔

اگلی آیہ پاک میں حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویوں کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ ان دونوں نے خیانت کی تھی۔[1]

نوح علیہ السلام کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ وہ لوگوں سے کہتی تھی، نوح مجنون ہے (معاذ اللہ) لوط علیہ السلام کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ گھر میں آنے والے مہمانوں کی خبر باہر پہنچا دیتی تھی۔ خیانت سے مراد یہ نہیں کہ ان کا کردار خدا پناہ کسی بے حیائی کا تھا ایسا ہر گز نہیں، کسی نبی کی بیوی نے بے حیائی کا کام نہیں کیا۔ مشرکین مکہ کہتے تھے اگر قیامت قائم ہو ہی گئی تو ہمیں کسی قسم کی پریشانی نہیں ہو گی حضور ہمارے رشتہ دار ہیں، بچالیں گے، ان کے اس غلط نظریہ کی تردید فرمائی جارہی ہے، نوح اور لوط علیہما السلام عظیم نبی گزرے ہیں ان کی بیویاں ان پر ایمان نہ لائی تھیں، ان کے خلاف باتیں کرتی تھیں، مذاق اڑاتی تھیں، غیبت کرتی تھیں، ان کا پیغمبروں کی بیویاں ہونا انہیں اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکا اور دوزخ میں ڈال دی گئیں حالانکہ سب جانتے ہیں بیوی کا تعلق شوہر سے بڑا قریبی ہوتا ہے مگر یہ تعلق انہیں فائدہ نہ دے سکا کہ ایمان نہ لائی تھیں، ان کے پیغمبر شوہر اللہ کے مقابلہ میں انہیں فائدہ نہ پہنچا سکے۔ مشرکین کو متنبہ کیا گیا ہے کہ تمہارا یہ کہنا کہ حضور ہمارے رشتہ دار ہیں تو بچالیں گے حضور ﷺ کی سفارش کیلئے ایمان شرط ہے آپ کی شفاعت مومن گناہ گار کیلئے ہے کفار و مشرکین کیلئے نہیں۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلَىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 9/ 351
حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص 5/ 123
محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 23/ 111

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ
فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي
الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ
الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ⑪ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ
اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا
وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ
الْقٰنِتِيْنَ ⑫

اور اللہ مسلمانوں کیلئے مثال بیان فرماتا ہے فرعون کی بیوی کی جب اس نے عرض کی اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات بخش (۱۱) اور عمران کی بیٹی مریم کی جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور فرمانبرداروں میں ہوئی (۱۲)

حضرت آسیہؑ کی فرعون سے نجات کی دعا

پچھلی آیہ مبارکہ میں کفار و مشرکین کیلئے دو کافر بیویوں کا ذکر تھا جو دو نبیوں کے نکاح میں تھیں مگر دونوں اپنے مقدس شوہروں کے خلاف تھیں، مقدس شوہروں کا تعلق انہیں خدا کے عذاب سے بچا نہ سکا، کفار و مشرکین کا یہ کہنا کہ حضور ﷺ کی رشتہ داری انہیں کام آئے گی، قطعاً غلط ہے حضور کی رشتہ داری اُسی وقت کام آئے گی جب یہ لوگ ایمان دار ہوں گے اس آیہ میں ایمان دار خاتون کا ذکر فرمایا گیا جو ایک کافر کے نکاح میں تھی، یہ آسیہ بنت مزاحم ہیں جو فرعون کے نکاح میں تھیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں تھیں۔[1]

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کی وجہ سے فرعون نے ان پر بے حد ظلم کئے، ہاتھ پیر باندھ کر سزا دی اُنہوں نے اللہ سے دعا کی، اللہ مجھے فرعون کے ظلم سے بچالے، سو اسی حالت میں ان کی روح قبض ہو گئی عزت کے ساتھ نجات ملی، اور جنت الفردوس میں مقام ملا ایمانداروں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اللہ کی راہ مشکلات بھی آئیں تو برداشت کرو، حضرت آسیہ کے کردار سے سبق سیکھو، اگلی آیہ پاک میں حضرت مریم بنت عمران کا ذکر فرمایا گیا ہے جن کے پاک گریبان میں حضرت جبریل نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح پھونکی تھی اور انہوں نے کلمات کی تصدیق کی یعنی حضرت

---

1 احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 9/353
حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص 123/
محمد بن عمرو (المتوفی 538ھ)، تفسیر زمخشری، ص 4/572

عیسیٰ علیہ السلام کے کلمۃ اللہ ہونے کی تصدیق کی اور اللہ تعالیٰ کی نازل کی گئی کتابوں کی تصدیق کی وہ اطاعت گزاروں میں تھیں، ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں مردوں میں بہت کامل ترین مرد حضور ﷺ ہیں اور عورتوں میں صرف چار کاملہ خواتین ہیں، آسیہ بنت مزاحم (فرعون کی بیوی)، مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد اور عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔[1]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

1 محمد بن عمرو (المتوفی 538ھ)، تفسیر زمخشری، ص 4/573
محمد بن عبد اللہ (المتوفی 1270ھ)، تفسیر روح المعانی، ص 14/359